اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

جلد۲۳ ر جون، جولائی ۲۰۱۶ء / رمضان المبارک، شوال المکرم ۱۴۳۷ھ شمارہ ۱۲۸، ۱۲۷

قیمت فی شمارہ:-/30 روپے سالانہ چندہ-/400 روپے

مرکزی مجلس رضا

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37300638, 0321-4477511

ملنے کا پتہ: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور 0333-4701081

سات معروضات

از: مفتی محمد علی قاضی رضوی

اسلام صرف بحث و مباحثے کیلئے، سٹیج شو کے لئے، لمبی لمبی تقریروں کے لیے، اونچی اونچی باتوں کے لئے، ڈیبیٹنگ و ڈسکشن (Debating and Discussion) کے لئے، سیمینار و سمپوزیم (Seminar and Symposium) منعقد کرنے کے لئے اور text messages, whatsapp, twitter کے ذریعہ اسلام کی باتیں پھیلانے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام عمل کا نام ہے اور اسلام عمل کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں بار بار اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی تکرار آئی ہے۔ مطلب صاف ہے کہ ایمان و عمل ساتھ ساتھ ہیں یا ایمان کے بعد عمل کا درجہ ہے اور ایمان کا اولین تقاضا عمل ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہوتا ہے: مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (ریاض الصالحین باب فی قضاء حوائج المسلمین)

یعنی جس کا عمل سست و کمزور ہے اس کا نسب اسے تیز و طاقتور نہیں کرسکتا۔

تاخیر کا موقعہ نہ تذبذب کا محل ہے
یہ وقت عمل، وقت عمل وقت عمل ہے

انگریزی میں کہا جاتا ہے:

There is no time for dialogue. It is time for action.

ہم نے پہلے ہی بہت وقت ضائع کر دیا ہے، اپنا بھی اور قوم کا بھی۔ اب مزید وقت ضائع کرنے کی ملت میں گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا کردار و عمل سے وقت کو قیمتی بنانا سیکھیں اور اس طرح ہر ہر میدان علم و عمل اور ہر ہر محاذ فکر و فن میں آگے بڑھیں۔

یاد رکھیں! سارے انبیاء و خلفاء سارے صحابہ و ائمہ، سارے فقہاء و علماء اور جملہ اولیاء و

صلحا سب کے سب صاحبان علم و عمل اور ارباب اخلاق و کردار تھے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اس لئے عمل کے بغیر کامیابی کا تصور عبث ہے۔

اسلام صرف بتانے، جتانے، دکھانے اور ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اسلام اپنے اوپر نافذ کرنے اور اپنانے کے لئے ہے۔ کیونکہ اسلام کوئی سیاسی جماعت، فائنانس کمپنی اور مول یا سوپر مارکیٹ نہیں ہے۔

Islam is not a mall, finance company, industry or political party.

آج ہم نے مساجد و مدارس، عیدگاہ و قبرستان اور الگ الگ محلوں اور شہروں میں بسے لوگوں نیز الگ الگ سلاسل طریقت کے ماننے والوں میں کامپیٹیشن اور مسابقت کی ایک ہوڑ لگا دی ہے۔ ہماری مسجد بڑی ہے یا تمہاری مسجد بڑی ہے۔ اسی طرح ہماری بات کے ماننے والوں کی تعداد بڑی ہے یا تمہاری بات کے پیروکاروں کی، ہمارے سلسلہ کے مریدوں کی تعداد زیادہ ہے یا تمہارے سلسلہ کے۔

بس یہی دوڑ ہے اس دور کے انسانوں کی
میری دیوار سے اونچی تیری دیوار بنے

اس لئے صحیح اسلام و سنیت کو اپنایئے اور اسی اسلام و سنیت کو اپنے ظاہر و باطن پر نافذ کیجئے۔

اسلام میں قلب کی صفائی اور باطن کی اصلاح کو بنیادی و اساسی حیثیت حاصل ہے۔ صرف چہرے پر داڑھی، لمبا کرتہ، اونچی ٹوپی، پگڑی و عمامہ اور مذہبی وضع قطع اور لباس کا خراش تراش ہی کافی نہیں ہے۔ حضور معلم انسانیت و نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صاف صاف بتلا دیا ہے۔ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ (نوادر الحدیث بحوالہ بخاری)

یعنی قلب صالح و پاک ہے تو جسم و نظامِ جسم صالح و پاک ہے اور اگر یہ فساد زدہ یا فسادی ہے تو یقیناً پورا جسم و نظام جسم بھی فساد زدہ اور فسادی ہے۔ بخاری شریف کی پہلی

حدیث ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (ماخوذ ریاض الصالحین باب الاخلاص)
یعنی اسلام میں سارے اعمال کی بنیاد نیت خالص پر ہے۔ لہٰذا بدن کو بنانے سے پہلے من کو بناؤ اور ظاہر کو سنوارنے سے پہلے باطن کو سنوار لو کیونکہ

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

اور پھر دل صاف و پاک ہو تو ہر شی کے ساتھ انصاف ہوتا ہے۔ ہر عمل و عبادت مقبول ہوتی ہے اور ہر کام میں برکت و رحمت ہوتی ہے۔

عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے
دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے

جو دل پاک و مخلص ہوتے ہیں وہ موم کی طرح پگھلتے ہیں، پھول کی طرح دوسروں کو خوشبو دیتے ہیں اور شجر سایہ دار کی طرح اپنے آس پاس رہنے والوں کو چھاؤں دیتے ہیں۔
اس لئے دل بنانے میں عمریں نکل جاتی ہیں تب کہیں جا کر دل بنتے ہیں۔

ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمر بیت جاتی ہے دل کو دل بنانے میں

جب دل سنور جاتے ہیں تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے سماعت کریں۔

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
میرا دل بنے یادگار مدینہ

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عزت چاہیں۔ دنیا کی عزت اور دنیا والوں کی عزت کا کیا بھروسہ؟ آج ہے کل نہیں ہے۔ آج کرسی پر بٹھا دیا کل کرسی سے اتار دیا۔ لوگ جس طرح روزانہ کپڑے بدل دیتے ہیں اسی طرح آج کل عزت ذلت میں اور ذلت عزت میں بدلتی نظر آتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (فاطر ۳۵ آیت ۱۰)

ترجمہ: جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَلِلّٰهِ

الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون ۶۳ آیت ۸)
ترجمہ: عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے۔
اسی لئے تو یہ دعا سکھائی گئی ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران ۳ آیت ۲۶)

ترجمہ: یوں عرض کرا ے اللہ ملک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اس لئے عزت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو نہ کہ دنیا والوں سے۔ دنیا والے آج عزت دیں گے کل ذلیل کر دیں گے۔ آج اوپر بٹھائیں گے کل نیچے اتار دیں گے جو دنیا والوں کی عزت پر بھروسہ کرتا ہے اکثر رسوا ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کو عجز و انکساری کا پیکر بنائیں اور مخاطب سے تواضع کے ساتھ پیش آئیں۔ حضور معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ فِيْ عَيْنِيْ صَغِيْرًا وَّ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔

(قرآنی عملیات از مفتی عبدالواحد ہالینڈ ص ۱۹۷ بحوالہ بزار عن بریدہ اسلمی) یعنی اے اللہ! مجھے خوب صبر و شکر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا مگر دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دے۔ سبحان اللہ! کتنی عمدہ بات ہے جب انسان اپنے کو اپنی نظر میں چھوٹا بنا لے گا تو کبر و غرور سے پاک ہو جائے گا اور عجز و انکساری کا آئینہ بن جائے گا۔ اس طرح وہ بے شک خود بخود لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنتا جائے گا۔ اس کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ لوگوں کی توہین و تذلیل کرنا اور اپنے مخاطب کے جائز مقام سے چشم پوشی کرنا اور اسے گرا کر بات کرنا مسلمانی نہیں بلکہ مسلمانیت کے ساتھ مذاق ہے۔

مجھ سے میری نگاہ کی قیمت نہ پوچھئے
دیکھا نہیں کسی کو حقارت سے آج تک

حدیث مبارکہ میں ہے: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (وَقَالَ) وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ یعنی جو خدا کی رضا حاصل کرنے کیلئے تواضع کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے اور جو گھمنڈ کرتا ہے اللہ اسے پستکر دیتا ہے......اور حدیث میں آتا ہے: لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ (انوار الحدیث ص۴۲۶)

یعنی جس شخص کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ تین قسم کی چیزیں تین قسم کے بندوں کو ملتی ہیں۔ عزت یہ بندۂ رحمٰن کو دی گئی، تکبر یہ بندۂ شیطن کو ملی اور غرور یہ بندۂ نفسانی کو ملا۔ (تفسیر نعیمی سورۃ الحج، ج ۱۷، ص ۸۳۱)

انگریزی میں کہا جاتا ہے:

judge not others but judge yourself

یعنی پہلے اپنا جائزہ لو پھر دوسروں کا امتحان لینا۔

لطیفہ: کسی نے مٹکے سے پوچھا تم اتنے ٹھنڈے کیوں رہتے ہو؟ مٹکے نے مسکرا کر جواب دیا جس کا ماضی، حال اور مستقبل سب مٹی سے بنا ہو تو تکبر اور گرمی کس بات کی۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کو اولین ترجیح دیں۔ صرف اپنی بات کرنا، صرف اپنے مطلب کی کہنا اور صرف اپنی ہی سنانا چھوڑ دیں۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے بھی کام کریں، دوسروں کے مقاصد و مفادات کا بھی خیال رکھیں اور دوسروں کے غم و غصے کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ یعنی اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ
ورنہ کھاؤ پیؤ چلے جاؤ
دردِ دل، پاسِ وفا جذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

واقعہ: کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ اس کا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ بچہ رات کی تاریکی میں روتا تھا اس لئے کہ وہ آتش پرست ایک غریب شخص تھا۔ چراغ جلانے کیلئے بھی اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک رات بچہ بہت رویا۔ حضرت بایزید اٹھے اور اپنا چراغ اس کے گھر چھوڑ آئے۔ بچہ چپ ہوگیا۔ دوسری رات بھی حضرت بایزید نے ایسا ہی کیا اور پھر تیسری رات بھی۔ آپ کے اس سلوک کا اس آتش پرست کے دل پر بڑا اثر ہوا اور وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ جب شیخ بایزید کی روشنی ہمارے گھر میں آ پہنچی تو اب ہمیں زیبا نہیں کہ ہم کفر کی تاریکی میں ہی بھٹکتے پھریں۔ چلو اٹھو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (سچی حکایات از علامہ ابو النور محمد بشیر بحوالہ تذکرۃ الاولیاء)

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جھوٹ سے بچیں کیونکہ جھوٹ لعنت ہے۔ جھوٹ معصیت ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ فرمان رب العالمین ہوتا ہے: وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ○ (البقرہ ۲، آیت ۱۰)

ترجمہ: اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ حدیث شریف میں منافق کی چار علامتیں بتائی گئی ہیں۔ جب امین بنایا جائے گا تو خیانت کرے گا۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے گا اور جب کسی سے کوئی عہد کرے تو عہد شکنی کرے گا اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے گا۔ (مفہوم حدیث بخاری باب علامۃ المنافق)

تین طریقوں سے آدمی کی پہچان ہوتی ہے:

ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فلاں آدمی بہت بھلا اور نیک ہے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ تو وہ بولا نہیں۔ آپ نے پھر کہا کیا تمہارے اور اس کے بیچ کبھی جھگڑا ہوا؟ وہ بولا نہیں۔ آپ نے پھر کہا کیا کبھی اس کے پاس امانت رکھوائی ہے؟ وہ بولا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو تم اس کے بارے میں کچھ نہیں

جانتے۔شاید تم نے اسے مسجد میں سر اٹھاتے اور جھکاتے دیکھا ہوگا۔

(حکیمانہ اقوال، نصائح اور واقعات بحوالہ عیون الاخبار)

ہمارے معاشرے میں بہت لوگ اچھے کہلاتے ہیں جبکہ وہ جھوٹے ہیں، خائن ہیں اور معاملات کے دوران بہت جلد شائستگی و وقار کھو بیٹھتے ہیں۔

المختصر! مسلمان یاد رکھیں کہ دنیا کی ہر اچھائی اسلام میں ہے اور پورا اسلام قرآن مجید میں ہے اور پورا قرآن فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ میں ہے اور پورے اسلام کا خلاصہ رسول اللہ کی اطاعت واتباع میں ہے کہ اقوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض اور اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب اسی اطاعت و اتباع کا نام اسلام ہے۔ یہی امر بالمعروف ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

......................علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوعمرو'' اور لقب ''ذوالنورین'' (دو نور والے) ہے۔آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔آپ کا خاندانی شجرہ ''عبدمناف'' پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس لئے آپ ''صَاحِبُ الْهِجْرَتَين '' (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اس لئے آپ کا لقب ''ذوالنورین'' ہے۔آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہو گئیں تھیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرما دیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کے حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ 35ھ جمعہ کے دن

ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت فرمار ہے تھے اور آپ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فسیکفیکھم اللہ پر پڑے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء وغیرہ)

کرامات

زنا کار آنکھیں

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین نے نہایت ہی پرجلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قولِ حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج2 ص862 وازالۃ الخفاء مقصد2 ص227)

تبصرہ

قرآن مجید میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی

اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''زنا العینین النظر''، یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ اعلم!

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام '' جہجاہ غفاری'' تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج2 ص268 و تاریخ الخلفاء ص112)

گستاخی کی سزا

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔'' میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگا تار یہی کہہ رہا ہے کہ ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے'' یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا اے شخص! میرا حال نہ پوچھ۔ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا

شروع کردیا' تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ ''اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کردے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔'' اے شخص! میں امیر المومنین کے پرجلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہوگیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المومنین کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آچکا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہوچکیں۔ اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہوکر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کرکے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2 ص 227)

تبصرہ

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی' بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کردیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہوجاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی مار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ' الاماں اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ (آمین)

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کردیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے۔ میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پرانوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! ظالموں نے پانی بند کرکے تمہیں پیاس سے بے قرار کردیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا' میں اس کو پی کر سیراب ہوگیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آکر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہوکر یہ عرض کردیا کہ یارسول اللہ! آپ کے دربار پرانور میں حاضر ہوکر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہوکر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ کو شہید کردیا۔ (البدایہ والنہایہ ج 7 ص 182)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو ''حش کوکب'' کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہوکر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جاسکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کئے جاسکے جو کبار صحابہ کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ''حش کوکب'' میں آپ سپرد خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المومنین

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔
(ازالتہ الخفاء مقصد 2 ص 227)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں وفات پائیں گے؟ اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی؟ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا) لہٰذا اولیاء کرام کے یہ سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل وفہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں، حضرات انبیاء کرام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بطریق کشف وکرامت ان چیزوں کا علم عطا فرما دے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کہ کب؟ اور کہاں؟ ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء اکرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب

اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء واولیاء جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرات انبیاء واولیاء خدا کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے رہ کہہ رہا تھا۔ اَبْشِرْ ابْنَ عَفَّانَ بِرُوْحٍ وَرَیْحَانَ وَبِرَبٍ غَیْرِ غِضْبَانَ اُبْشِر اِبْنَ عَفَّانَ بِغُفْرَانَ وَرِضْوَانَ"

یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا، مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواہد النبوۃ ص 158)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

: روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گوروکفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کو سواروں نے بآواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ ص 158)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا' توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے 'اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے 'لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لئے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ ص158)

تبصرہ

مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور دربار خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت وکرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اور آخری روایت تو ان گستاخوں کے لئے بہت ہی عبرت خیز وخوفناک نشان ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بدزبان ہو کر خلفاء ثلاثہ پر تبرابازی کیا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دور کے شیعوں کا مذموم وناپاک طریقہ ہے۔

اہل سنت حضرات پر لازم ہے کہ ان کی مجالس میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھیں ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہونے کا خطرناک اندیشہ ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو اپنے قہر وغضب سے بچائے رکھے اور حضرات خلفاء کرام اور تمام صحابہ کرام کی محبت وعقیدت کی دولت عطا فرمائے۔ آمین!

رمضان المبارک کے فضائل ومسائل

..............................مولانا غلام مصطفیٰ قادری (جموں وکشمیر)

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنز الایمان)

روزہ کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ روزہ' نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ۲ھ میں فرض ہوا۔ حالانکہ مسلمان اس سے پہلے بھی روزہ رکھتے تھے۔ پہلے صرف عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ پھر یہ منسوخ ہو کر ہر چاند کی تیرہویں' چودھویں' پندرہویں کے روزے فرض ہو گئے یعنی ہر مہینے میں صرف تین روزے جو ایام بیض کے روزے کہے جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی منسوخ ہو کر ماہ مبارک رمضان کے روزے فرض ہوئے مگر اس میں بھی لوگوں کو کچھ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے روزہ رکھیں یا فدیہ ادا کریں یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ کرنا۔ پھر یہ اختیار بھی منسوخ ہو کر روزے لازم ہو گئے۔ البتہ شیخ فانی وغیرہ ایسے معذورین جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو ان کیلئے یہ رعایت بدستور باقی رہی۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں جن کی وضاحت آپ بڑی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

روزہ کی سب سے پہلی اہمیت تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ہمارے دین متین کا ایک اور اہم رکن اور ستون ہے۔

چونکہ روزہ نفس کی خواہشات کو پامال کرتا ہے اور جملہ بیہودہ خصلتوں کو ختم کرتا ہے جو آنکھ' کان' زبان' شرمگاہ وغیرہ سے جنم لیتی ہیں اور اس کے ذریعہ سے ان اعضاء کی حرکات کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اسی لئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بیشک روزہ نفس کی

شہوتوں کوتوڑتا ہے۔'' ویسے تو روزہ میں مولیٰ تعالیٰ نے بہت سی حکمتیں پوشیدہ کردی ہیں جن سب کا جاننا میں سمجھتا ہوں کہ انسانی قدرت سے باہر ہے مگر ان میں سے کچھ یہ غلام مصطفیٰ بھی ذکر کرتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ سے انسان کے اندر غریب اور بھوکے پیاسے انسانوں پر رحم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے چونکہ جب روزہ میں وہ بھوک کا مزہ چکھتا ہے تو اس سے اسے بھوکے انسان یاد آتے ہیں اور رحم ورقت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ فوراً احسان ومہربانی کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ سے انسان غرباء ومساکین کی موافقت بھی کرتا ہے جیسا کہ ہمارے بزرگوں نے غرباء کی موافقت کر کے دکھایا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

یعنی رمضان کا وہ مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو انسانوں کیلئے سراسر ہدایت ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مبارک مہینہ کی بڑی اہمیت ہے چونکہ جب بھی کوئی آسمانی صحیفہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو اسی مہینہ کا انتخاب فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے رمضان المبارک کی پہلی تاریخ میں نازل ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت چھ رمضان المبارک میں نازل ہوئی اور زبور بارہ رمضان المبارک کو اور انجیل اٹھارہ رمضان المبارک کو اور قرآن پاک بھی اس مہینہ کی شب قدر یعنی ستائیسویں شب میں نازل ہوا۔ اس سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رمضان المبارک کتنا مبارک مہینہ ہے اسی لئے رحمت عالم جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو رمضان کی آمد پر خوش ہوا اللہ اس کے جسم کو جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔ بایں وجہ اللہ والے رمضان کی آمد کا رمضان ختم ہوتے ہی انتظار شروع کر دیتے ہیں اور رمضان کے آتے ہی اس کی تعظیم وتوقیر کرتے ہوئے عبادت وریاضت میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ روزے کے لئے دیگر مہینوں کو چھوڑ کر رمضان شریف کا مہینہ ہی کیوں منتخب کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان دیگر مہینوں سے افضل ہے اس لئے کہ اسی مہینہ میں شب قدر بھی ہے جس میں ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بڑھ

کر ہے۔ دوسرا قرآن مجید بھی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسی مہینہ میں نازل ہوا۔ تیسرا دیگر آسمانی صحیفے بھی اسی مہینہ میں نازل کئے گئے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ چوتھا! رمضان لفظ رمضاء سے بنا ہے جس کے معنی ہیں اس موسلا دھار بارش کے جو زمین سے گرد وغبار صاف کر دیتی ہے تو رمضان میں روزہ فرض فرما کر اشارہ بتا دیا گیا کہ جیسے موسلا دھار بارش زمین کے گرد وغبار کو دھو کر پاک وصاف کر دیتی ہے ایسے ہی رمضان کے روزے اس امت کے گناہوں کو دھو کر اور ان کے دلوں کو پاکیزہ بنا کر محبوب سے ملنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔

حکمتِ عظیمہ

روزہ میں ایک حکمت عظیمہ یہ بھی پوشیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا قریب اور متوجہ ہو تو فوراً قرب حاصل کر لیا۔ پھر مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: دور ہو اور پیچھے ہو تو فوراً پیچھے ہوئی اور حکم خدا کو مانا پھر پروردگار نے فرمایا: بول تو کون ہے اور میں کون'' تو عقل بولی کہ مولیٰ تو پروردگار میں تیرا عبد ضعیف ہوں تو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ اس کو تاج عزت عطا فرمایا کہ سن تجھ سے زیادہ عزیز مخلوق میں کوئی نہیں ہے تو ہی عزیز ومحبوب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کو پیدا فرمایا۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قریب اور متوجہ ہو مگر یہ شرارت پہ اڑا رہا اور کوئی جواب نہیں دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نفس سے بھی فرمایا: بول تو کون ہے اور میں کون ہوں تو یہ شریر بولا: میں' میں ہوں اور تو' تو ہے تو خدا کی قدرت کو جلال آیا اور قدرت نے سو برس جہنم کی آگ میں اسے تپایا اور جلایا اور پھر نکالا اور مالک ذوالجلال نے فرمایا: اب بول تو کون ہے اور میں کون ہوں تو پھر وہی پرانی اکڑ اور بولا: میں' میں ہوں اور تو' تو ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر اس کو دوبارہ سو برس بھوکا رکھا اور جب بھوک نے اس کی پوری طاقت توڑ دی تو اب کانپتا تھرتھراتا ہوا آیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: بول تو کون ہے اور میں کون ہوں تو بولا اللہ تو مالک ہے اور میں بندہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نفس انسان پر روزے فرض فرما دیئے کہ یہ بھوک ہی سے قبضہ میں آئیگا اسی لئے تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ نفس کے زور کو توڑ کر نفس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

روزہ اللہ اور بندے کے بیچ ایک راز ہے جسے اللہ اور روزہ دار کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ روزہ میں سراسر ترک ہی ترک ہے علاوہ دیگر عبادات کے چونکہ ان میں عمل ظاہر بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے ’’کل قیامت میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کے پرندوں کی مانند پر ہوں گے اور وہ جنتی باغوں میں اڑ رہے ہوں گے۔ داروغۂ جنت ان سے کہے گا کہ تم کون ہو تو وہ بولیں گے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں تو خازن جنت کہے گا کیا تم نے حساب و کتاب دیکھ لیا وہ کہیں گے نہیں پھر داروغۂ جنت کہے گا کیا پل صراط دیکھ چکے ہو تو کہیں گے نہیں۔ پھر وہ فرمائیں گے تم نے یہ بلند و بالا مرتبہ کس چیز سے پالیا تو وہ خوش قسمت انسان بولیں گے ہم نے روزہ رکھ کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ عبادت وریاضت کی تھی۔ آج اللہ نے ہمیں پوشیدہ طور پر جنت میں داخل فرمادیا۔

(حدیث) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بھی مومن دن بھر بھوکا رہے اور حرام کاموں سے بچتا رہے مثلاً غیبت، چغلی، زنا، جوا، چوری وغیرہ سے اور مسلمانوں کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھائے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا۔

(حدیث) حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ کے دن اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب سے فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ آج روزہ رکھیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ کھانا کھا چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ کھانا کھا چکے ہوں گے یعنی بلحاظ حرمت دن کے باقی حصہ میں کچھ مت کھانا۔ احتراماً اور جس نے نہیں کھایا وہ شام تک اپنا روزہ پورا کرے یہ رمضان کی فرضیت سے قبل کا واقعہ ہے کہ جب تک اس کا روزہ لازم تھا۔

یہاں تک صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم اور ہمارے بچے روزے رکھتے۔ غرض یہ کہ اس دن کے روزے کی اہمیت میں بہت احادیث وارد ہیں لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

پے در پے روزہ رکھنے اور خاموشی کا روزہ رکھنے کی ممانعت

(حدیث) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث پاک کی تشریح یہ ہے۔ صوم وصال یہ کہ انسان پے در پے روزہ رکھے اور رات کو کچھ نہ کھائے اور صوم وصال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے۔

دوسری روایت میں کچھ اس طرح بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ تو روزہ رکھتے ہیں اور ہمیں منع فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے مجھ جیسا کون ہے۔ میں رات گزارتا ہوں اس حال میں کہ مجھ کو میرا رب کھلا بھی دیتا ہے اور پلا بھی دیتا ہے۔ علماء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ صوم وصال جائز ہے کہ حرام یا مکروہ بعض نے اس کو جائز جانا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ممانعت صرف امت پر شفقت ورحمت کی بنا پر تھی مگر جمہور کا یہ مسلک ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

(حدیث) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا زیادہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے ہے اس کی جزا میں خود دیتا ہوں۔

یعنی جو لوگ خواہشات کو روکتے ہیں ان کی مزدوری ہاتھ میں نہیں آتی اور نہ اندازہ میں سماتی ہے بلکہ حد سے زیادہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے اور فرمایا: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے لئے کھانا پینا اور جماع چھوڑ دیا۔ میں ہی اس کی جزا دے سکتا ہوں اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ دار کا سونا عبادت سانس لینا عبادت۔ تسبیح اور دعا بہترین عبادت ہے۔

اور فرمایا: آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت

کے مطابق جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پکارنے والا پکارتا ہے اے طلب کرنے والے جلدی آ کہ تیرا وقت ہے اور اے طالب شر ذرا ٹھہر جا تیری جگہ نہیں اور روزے کی بڑی شان ہے اور حق تعالیٰ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''الصوم لی انا اجری به'' روزہ میرے لئے ہے۔ میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اگر چہ سب عبادتیں اسی کیلئے ہیں لیکن یہ تخصیص ایسی ہے جیسے بیت اللہ شریف کو اپنا گھر فرمایا۔

اے ایمان والو! روزے کی دو خاصیتیں ہیں۔ جن کے باعث صمدیت کی طرف منسوب ہونے کے لائق ہوا۔ ایک یہ ہے کہ اس کی حقیقت ترک شہوت ہے اور یہ باطنی امر ہے۔ لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے۔ دکھاوے کا اس میں کوئی خلل نہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ ابلیس خدا تعالیٰ کا دشمن ہے اور شہوت ابلیس کا لشکر ہے اور روزہ اس لشکر کو شکست دیتا ہے کیونکہ روزے کی حقیقت ترک شہوت ہے۔ اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کے باطن میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون بدن میں رواں ہے۔ مسلمانو! شیطان کی راہ بھوک سے تنگ کرو اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ'' یعنی روزہ ڈھال ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کس چیز سے؟ فرمایا: بھوک سے اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ عبادت کا دروازہ ہے۔ یہ سب فضیلتیں اسی وجہ سے ہیں کہ خواہشات عبادت سے منقطع ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ سیر ہو کر کھانا گویا کہ خواہشات کی پیروی کرنا ہے لیکن بھوک ایک ایسی چیز ہے جو خواہشوں کو مار دیتی ہے۔

روزے کے چند فرائض

پہلا فرض: رمضان کا چاند ڈھونڈنا کہ انتیس کا ہے تیس کا اس بارے میں ایک شاہد عادل کے قول پر اعتماد کرنا درست ہے اور عید کے چاند کیلئے دو گواہ سے کم درست نہیں۔ جو کسی ایسے معتمد شخص سے رمضان کا چاند ہونا سنے جسے وہ سچا اور ایماندار جانتا ہو اس پر روزہ

فرض ہو جاتا ہے۔

دوسرا فرض: یہ ہے کہ چاہیے ہر شب نیت کرے اور یاد رکھے۔ یہ روزہ رمضان شریف کا ہے جو مسلمان یہ یاد رکھے گا اس کا دل نیت سے خالی نہ رہے گا۔ اگر شک کی رات کو یوں نیت کی کہ اگر کل رمضان ہے تو میں روزہ دار ہوں تو نیت درست نہیں اور جب کوئی شخص اندھیری جگہ میں بند ہو کر خیال اور سوچ کر کے تجویز کرے اور اسی پر اعتماد اور یقین کرے تو درست ہے اگر رات کو نیت کر چکا اس کے ساتھ کوئی چیز کھائی تو نیت باطل نہ ہوگی بلکہ عورت اگر یہ سمجھے کہ حیض بند ہو جائے گا اور نیت کر لی اور حیض بند ہو گیا تو روزہ درست ہے۔

تیسرا فرض: تیسرا فرض یہ ہے کہ باہر سے کوئی چیز عمداً اپنے اندر نہ لے جائے۔ فصد لینا پچھنے لگوانا سرمہ لگانا بھی سلائی کان میں ڈالنا ان باتوں سے روزہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا ہے اور اگر بلا قصد کوئی چیز اندر بھی جائے جیسے مکھی، غبار، کلی کا پانی حلق سے اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر بھولے سے کھالیا تو کچھ کراہت نہیں لیکن صبح یا شام کے گمان سے کوئی چیز کھائی پھر معلوم ہوا کہ صبح کے بعد یہ غروب آفتاب سے پہلے کھائی تھی تو روزہ قضا کرے۔

چوتھا فرض: چوتھا فرض یہ ہے کہ جماع نہ کرے۔ اگر اس قدر قربت کی کہ غسل واجب ہو گیا تو اس حالت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر روزہ یاد نہ تھا تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ اگر رات کو صحبت کی اور صبح کے بعد نہایا تو روزہ درست ہے۔

پانچواں فرض: پانچواں فرض یہ ہے کہ کسی طریقے سے منی نکالنے کا ارادہ نہ کرے۔ اگر اپنی بیوی سے قربت یعنی مساس بوس و کنار وغیرہ کیا جماع نہ کرے اور خود جوان ہے اور انزال کا اندیشہ ہے اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

چھٹا فرض: چھٹا فرض یہ ہے کہ عمداً قے نہ کرے۔ بے اختیاری سے ہو تو روزہ باطل نہ ہوگا اور زکام یا اور کسی وجہ سے بلغم کو کھنکھار کے تھوک دیا تو کچھ قباحت نہیں کیونکہ اس سے بچنا دشوار اور اگر منہ میں آنے کے بعد پھر نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے کی چند سنتیں

روزہ کی سنتیں یہ ہیں (۱) سحری دیر سے کھانا (۲) کھجور یا پانی سے جلد افطار کرنا

(۳) فقیر کو کھانا کھلانا (۴) قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کرنا (۵) مسجد میں اعتکاف کرنا (۶) مسواک کرنا احناف کے نزدیک بعد زوال بھی مسواک کرنا جائز ہے اور کار ثواب ہے۔

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حدیث: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس روزہ دار نے بھول کر کھایا یا پیا وہ اپنے روزہ کو پورا کرے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا۔

حدیث: ابوداؤد ترمذی و ابن ماجہ و دارمی کی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس پر قے نے غلبہ کیا اس پر قضاء نہیں اور جس نے قصداً قے کی اس پر روزے کی قضاء ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری آنکھوں میں مرض ہے۔ کیا روزے کی حالت میں سرمہ لگاؤں۔ فرمایا: ہاں (بحوالہ ترمذی شریف)

حدیث: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں روزہ کو نہیں توڑتی۔ پچھنا اور قے اور احتلام۔

مسئلہ: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا تو خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزے کی نیت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو فاسد ہو جائے گا۔ بشرط کہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں اگر کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے۔ یاد نہ دلایا تو گناہ گار ہوگا۔ ہاں اگر روزہ دار بہت کمزور ہے تو یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

مسئلہ: مکھی یا دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکی پینے یا آٹا چھاننے میں اڑتا ہے یا غلہ کا غبار ہو یا ہوا سے خاک اڑی یا جانوروں کے کھر یا ٹاپ سے غبار اڑ کر حلق مین پہنچا اگر چہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور اگر خود قصداً دھواں پہنچایا تو روزہ فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا

ہو یہاں تک کہ اگر بتی وغیرہ کی خوشبو سلگتی تھی۔ اس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ یوں ہی حقہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر روزہ یاد ہو اور حقہ پینے والا اگر پیئے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

مسئلہ: بھری سنگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا۔ اگر چہ تیل یا سرمہ کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو جب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یوں ہی عورت کی طرف بلکہ اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا۔ اگر چہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا۔ اگر چہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: روزہ دار کے پیٹ میں کسی نے تیر مار دیا۔ اگر چہ اس کی بھال یا پیکان پیٹ کے اندر رہ گئی یا اس کے پیٹ میں جھلی تک زخم تھا۔ کسی نے کنکری ماری کہ اندر چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر خود اس نے ایسا کیا اور بھال یا پیکان اندر رہ گئی تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے کھا گیا یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی کہ اسے چاٹ کر نگل گیا یا کھنکار منہ میں آیا اور کھا گیا۔ اگر چہ کتنا ہی ہو روزہ نہ جائے گا لیکن ان سب باتوں سے احتیاط کرنا چاہئے۔

مسئلہ: مکھی حلق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قصداً نگلی تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: بھولے سے جماع کر رہا تھا۔ یاد آتے ہی الگ ہو گیا یا صبح صادق سے پیشتر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی جدا ہو گیا۔ روزہ نہ گیا۔ اگر چہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہو گیا ہو۔ اگر چہ دونوں صورتوں مین جدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ نہ ہوا۔ اگر چہ صرف ٹھہر گیا اور حرکت نہ کی روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: بھولے سے کھانا کھا رہا تھا۔ یاد آتے ہی فوراً کھانا کھانا چھوڑ دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اگل دیا۔ روزہ نہ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا۔ اگرچہ غیبت بہت سخت گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں غیبت کرنے کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا جیسے اس نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا اور حدیث میں فرمایا غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔ غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ: جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے۔ گناہ حرام ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

مسئلہ: جن یا پری سے جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو روزہ نہ ٹوٹے گا یعنی جبکہ انسانی شکل میں نہ ہو اور انسانی شکل میں ہو تو وہی حکم ہے جو انسان سے جماع کرنے کا ہے۔

مسئلہ: تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اتر گئی تو روزہ نہ گیا مگر جبکہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

بخاری وترمذی وابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت وبغیر مرض افطار کیا تو زمانہ بھر کا روزہ اسکی قضا نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ رکھ بھی لے یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں رکھنے کی تھی کسی طرح حاصل نہیں کرسکتا تو جب روزہ نہ رکھنے میں یہ سخت وعید ہے رکھ کر توڑ دینا تو اس سے سخت تر ہے۔

حدیث: ابن خزیمہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور فرماتے ہیں کہ میں سو رہا تھا وہ شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو پکڑ کے ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھئے۔ میں نے کہا مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ انہوں نے کہا ہم آسان کردیں گے میں چڑھ گیا۔ جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا یہ کیسی آوازیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ جہنم کی آوازیں ہیں۔ پھر مجھے آگے لے گئے۔ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ الٹے لٹکائے گئے ہیں اور ان کی

بانچھیں چیری جارہی ہیں جن سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کرلیتے تھے۔

مسئلہ: کھانے پینے جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

مسئلہ: حقہ، سگریٹ، بیڑی، چرس پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو بلکہ پان صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا۔

مسئلہ: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں۔ منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ یوں ہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر مزہ محسوس نہ ہوا ہو تو روزہ نہ گیا۔

مسئلہ: روزے میں دانت نکلوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا۔ اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ: عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی یا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا روزہ جاتا رہا اور خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرمگاہ میں تو روزہ نہ گیا اور انگلی بھیگی تھی یا اس پر کچھ لگا تھا تو روزہ جاتا رہا بشرطیکہ پاخانہ کے مقام میں اس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حقنے کا سرا رکھتے ہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: مبالغہ کے ساتھ استنجاء کیا یہاں تک کہ حقنہ رکھنے کی جگہ تک پانی پہنچا اور اتنا مبالغہ ہونا بھی نہیں چاہئے کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ: مرد نے پیشاب کے سراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا۔ اگرچہ شانہ تک پہنچ گیا ہو اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا۔

مسئلہ: دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہے اس میں دوا ڈالی۔ اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی تو روزہ جاتا رہا۔ خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اور اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور دوا تر تھی جب بھی روزہ جاتا رہا اور اگر خشک تھی تو نہیں۔

مسئلہ: کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو

چڑھ گیا تو روزہ جاتا رہا مگر جبکہ روزہ دار ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا۔ اگرچہ قصداً ہو یونہیں کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی وہ اس کے حلق میں چلی گئی تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا وہ تھوک نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل گیا۔ اگر قطرہ دو قطرے ہیں تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا اس کی نمکینی منہ میں محسوس ہو رہی تھی تو روزہ جاتا رہا اور یہی حکم پسینے کا بھی ہے۔

مسئلہ: عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہو گیا روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑا اتنا موٹا تھا کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو روزہ فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔

مسئلہ: قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ مطلقاً جاتا رہا اور بلا اختیار قے ہو گئی تو منہ بھر ہے یا نہیں۔ بہر تقدیر وہ لوٹ کر منہ میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹائی اور اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا اگرچہ لوٹ گئی یا اس نے خود لوٹائی اور منہ بھر ہے اور اس نے لوٹائی اگرچہ اس میں سے صرف چنے برابر حلق سے اتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔ قے کے یہ احکام تب ہیں اس وقت ہیں جس وقت قے میں کھانا آئے صفرا یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہیں ٹوٹا۔ (بہار شریعت)

ان صورتوں کا بیان جن میں صرف قضا لازم ہے

مسئلہ: یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا یا پیا یا جماع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پینے پر مجبور کیا گیا۔ اگرچہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے یعنی اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔

مسئلہ: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تھا یا نظر کرنے سے انزال ہوا تھا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھا لیا تو صرف قضا فرض ہے۔

مسئلہ: کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا۔ اس میں دوا ڈالی اور پیٹ

یا دماغ تک پہنچ گئی۔ پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیزیں کھائیں جن سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ دن میں روزہ دار رہا یا صبح کی نیت نہیں کی تھی۔ دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھا لیا یا روزے کی نیت کی تھی مگر روزۂ رمضان کی نیت نہ تھی یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو جماع کے قابل نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چوسے یا عورت کا بدن چھوا۔ اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا۔ اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا روزہ دار عورت سو رہی تھی اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزے کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے سحری کھا لی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھا لی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب رک گیا ہے افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور اس نے روزہ افطار کر لیا بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا تو ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

مسئلہ: مسافر نے اقامت کی حیض و نفاس والی پاک ہو گئی مجنون کو ہوش آ گیا۔ مریض تھا تندرست ہو گیا جس کا روزہ جاتا رہا۔ اگرچہ جبراً کسی نے تڑوا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں چلی گئی کافر تھا مسلمان ہو گیا نابالغ تھا بالغ ہو گیا۔ رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا تو ان سب صورتوں میں جو کچھ دن کا کچھ پہر باقی رہ گیا ہے اسے روزے کی مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا تھا اور کافر جو مسلمان ہوا تھا ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔

مسئلہ: نابالغ دن میں بالغ ہوا یا کافر دن میں مسلمان ہوا اور وہ وقت ایسا تھا کہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے اور نیت کر بھی لی پھر وہ روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا واجب نہیں۔

مسئلہ: بچے کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اسے روزہ رکھایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائے اور پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو

قضا کا حکم نہ دیں گے اور نماز توڑے تو پھر پڑھوائے۔

مسئلہ: صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی یاد آنے پر فوراً جدا ہو گیا تو کچھ نہیں تو اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

مسئلہ: میت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کرے یعنی جبکہ وصیت کی ہو اور مال چھوڑا ہو ورنہ ولی پر ضروری نہیں ہے، کر دے تو بہتر ہے۔

(بہار شریعت)

مسئلہ: کفارہ واجب ہونے کیلئے پیٹ بھر کھانا ضروری نہیں۔ تھوڑا سا کھانے سے واجب ہو جائے گا۔ تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا اب اس نے کھا پی لیا جب بھی کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ: قے آئی یا بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور ان سب صورتوں میں اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر اس کے بعد کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں اور اگر احتلام ہوا اور اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر کھا لیا تو کفارہ لازم ہے اور لعاب تھوک کر چاٹ گیا یا دوسرے کا تھوک نگل گیا تو کفارہ نہیں۔

مسئلہ: کچا گوشت کھایا اگرچہ مردار کا ہو تو کفارہ لازم ہے مگر جبکہ سڑا ہو یا اس میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو کفارہ لازم نہیں۔

مسئلہ: مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں مگر جبکہ وہ مٹی جس کے کھانے کی اس کو عادت ہے کھائی تو کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ: نجس شوربے میں روٹی بھگو کر کھائی یا کسی کی کوئی چیز غصب کر کے کھائی تو کفارہ واجب ہے اور تھوک میں خون تھا اگرچہ خون غالب ہو نگل لیا یا خون پی لیا تو کفارہ نہیں۔

مسئلہ: دوسرے نے نوالہ چبا کر دیا اس نے کھا لیا یا اس نے خود اپنے منہ سے نکال کر کھا لیا تو کفارہ نہیں۔ بشرطیکہ اس کے چبائے ہوئے کو لذت یا تبرک نہ سمجھتا ہو۔

مسئلہ: سحری کا نوالہ منہ میں تھا کہ صبح طلوع ہو گئی۔ بھول کر کھا رہا تھا نوالہ منہ میں تھا کہ یاد آ گیا اور نگل گیا تو دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہے مگر جب منہ سے نکال کر پھر کھایا ہو تو صرف قضا واجب ہو گی کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت)

روزہ توڑنے کا کفارہ

مسئلہ: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی ہے نہ غلام نہ اتنا مال ہے کہ خرید سکے یا مال تو ہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں تو پے در پے روزے رکھے یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مساکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا روزہ بھی چھوٹ گیا تو اب دوبارہ سے ساٹھ روزے رکھے پہلے کے روزے محسوب نہ ہونگے اگرچہ انسٹھ رکھ چکا تھا اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر سے چھوٹا ہو مگر عورت کو حیض آ جائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے شمار نہیں کئے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر دو روزے توڑے تو دونوں کے لئے دو کفارے دے اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ ادا کیا ہو یعنی جبکہ دونوں دو رمضان کے روزے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کیلئے کافی ہے۔

مسئلہ: آزاد غلام مرد و عورت بادشاہ فقیر سب پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یہاں تک کہ باندی کو اگر معلوم تھا کہ صبح ہو گئی اس نے اپنے آقا کو خبر دی کہ ابھی صبح نہ ہوئی اس نے اس کے ساتھ جماع کیا تو لونڈی پر کفارہ واجب ہو گا اور اس کے مولیٰ پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت)

روزے کے مکروہات کا بیان

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ صبر ہے جب تک اسے پھاڑا نہ ہو عرض کی گئی کس چیز سے پھاڑے گا فرمایا: جھوٹ یا غیبت سے۔

مسئلہ: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی حرام ہیں روزے میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزے میں کراہت آتی ہے۔

مسئلہ: روزے دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے چکھنے کیلئے عذر یہ ہے کہ مثلاً

عورت کا شوہر یا باندی غلام کا آقا بد مزاج ہے نمک کم وبیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا تو اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ چبانے کیلئے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اسے کھلائی جائے نہ حیض ونفاس والی یا کوئی بے روزہ ایسا ہے جو اسے چبا کر دے تو بچے کو کھلانے کیلئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

مسئلہ: چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آجکل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کیلئے اس میں سے تھوڑا کھا لینا تو یوں ہو تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا بلکہ کفارہ کی شرط پائی گئی تو کفارہ بھی لازم ہوگا بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لیں اور اسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔

مسئلہ: کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں کراہت نہیں ورنہ مکروہ ہے بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا ہے۔ یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو۔ مسئلہ: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائے گا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً مکروہ ہے۔

مسئلہ: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کے لئے سرمہ لگایا اس لئے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے گی حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجۂ اولیٰ۔

مسئلہ: روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ جیسے اور دنوں میں سنت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگر چہ پانی سے ترکی ہو زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ اکثر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ دوپہر کے بعد روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے یہ ہمارے مذہب کیخلاف ہے۔

مسئلہ: روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ منہ بھر پانی لے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لئے نہانا اور بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کیلئے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں

دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔

مسئلہ: منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔ رمضان شریف کے مقدس مہینہ میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف آ جائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو لہذا مزدوری کرنے والے کو چاہئے کہ دوپہر تک کام کرے باقی دن میں آرام کرے۔

مسئلہ: اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا کھڑا ہونے سے نماز نہیں پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

مسئلہ: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہونے کا شک ہو جائے۔ جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے اگر چہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ: ایک عادل کے قول پر افطار کرسکتا ہے جبکہ اس کی بات سچی مانتا ہو اگر اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بنا پر افطار نہ کرے۔

مسئلہ: سحری کے وقت مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے اذان شروع کر دیتے ہیں بلکہ جاڑے میں تو بعض مرغے دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس وقت صبح ہونے میں بہت باقی رہتا ہے یوں ہی بول چال سن کر اور روشنی دیکھ کر بولنے لگتے ہیں۔ (بہار شریعت)

ایک اہم مسئلہ: وہ یہ ہے کہ اکثر لوگ سحری میں بہت تاخیر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وقت بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور وہ لوگ اذان کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جب اذان ہوگی تب ہم کھانا کھانا بند کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کرام گھر گھر میں اشتہار پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ہر گھر میں اشتہار جس میں مکمل سحری و افطار کا ٹائم درج ہوتا ہے۔ رہی افطار کی بات اس میں لوگوں کو لڑائی جھگڑے بھی کرتے دیکھا گیا وہ اس لئے کہ صرف حدیث رسول نہ جاننے کے سبب لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم حدیث رسول کے مطابق عمل کریں۔

کہیں کہیں یہ ماحول شروع سے رائج ہے کہ یہاں کے علماء حضرات سحری اور افطاری

میں سحری ختم ہونے اور افطاری کے وقت پر ہی اذان پکارتے ہیں جبکہ اذان نماز کیلئے ہوتی ہے نہ کہ سحری کا وقت یا افطار کا وقت سنانے کے لئے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسجد میں لائٹ نہیں ہے اور امام صاحب لائٹ کا انتظار کرنے میں مشغول ہیں۔ جب تک سحری کا وقت ختم یا افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے سحری میں اذان کا انتظار کرتے کرتے اس دن کا روزہ بھی گیا اور افطاری میں کسی وجہ سے مسجد میں اذان لیٹ ہوئی تو پورے دن روزہ رکھ کے اپنے روزہ کو مکروہ کر دیا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ مسجد میں اعلان کر دیا جائے کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا ہے اور افطاری کا شروع ہو چکا ہے خاص کر ان باتوں پہ گاؤں دیہات کے لوگوں کو دھیان دینا چاہئے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

- اللہ رب العزت کا ہم سب پر فضل عظیم ہے کہ اس نے ہمیں گیارہ مہینے میں کھانے پینے کی اجازت دی جو چاہو کھاؤ اور پیو لیکن ایک مہینہ ایسا عطا فرمایا کہ جس میں ہمیں صبر کرنے کی تلقین کی۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ۔

حدیث شریف: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کم نصیب ہے وہ شخص جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے اور کم نصیب ہے وہ شخص جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے پھر جنت حاصل نہ کر سکے کتنا بڑا کم نصیب ہے وہ انسان کہ جس نے رمضان شریف کے مبارک مہینہ کو پایا رمضان تو گزر گیا لیکن وہ روزہ نہ رکھ کر اپنے گناہوں کی بخشش و مغفرت نہ کرا پایا۔

اے مسلمانو! اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا مصیبت ہوگی کہ رحمت و نور کا مہینہ ہم سے جا رہا ہے۔ جب زمین و آسمان ماہ نور و نکہت کے گزرنے پر ہمارے لئے افسوس کریں تو بتاؤ ہمیں اس ماہ بہاراں کے گزرنے پر کتنا افسوس کرنا چاہئے کہ آج ہم سے وہ مبارک مہینہ جدا ہو رہا ہے جس میں بے حساب رحمت و برکات کے ساتھ ساتھ ہمارے کھانے کا حساب بھی نہیں ہے لو وہ نور پھیلاتا ماہ رحمت و شفاعت ہم سے جا رہا ہے

خدارا! اے مسلمان روزہ رکھ مرد مسلماں بن
غنیمت جان تیرے ہاتھ پہ ماہ صیام آیا

صاحب ذوالفقار مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ شیر خدا
کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم

ابو واصف محمد آصف مدنی

نام والقاب:

امیر المؤمنین حیدرِ کرّار، صاحب ذوالفقار، حسنین کریمین کے والد بزرگوار، حضرت مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ، شیر خدا کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی والدۂ ماجدہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام ''حیدر'' رکھا۔ حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو ''اسد اللہ'' کے لقب سے نوازا، اور اس کے علاوہ مرتضیٰ (یعنی چنا ہوا)، ''کرّار (پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا)'' ''شیر خدا'' اور ''مولا مشکل کشا'' آپ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے مشہور القاب ہیں۔ (مراۃ المناجیح، جلد 8، صفحہ 412، ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور)

کنیت:

خلیفہ چہارم، جانشین رسول، زوج بتول حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابوتراب'' ہے۔

اباء واجداد:

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نبی بے مثال بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی والدۂ ماجدہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

ولادت باسعادت:

حضرت مولامشکل کشاعلی المرتضی، شیرخداکرم اللہ تعالی وجہہ الکریم عام الفیل کے تیس سال بعد تیرہ رجب المرجب بروزجمعۃ المبارک (ایک قول کے مطابق) خانہ کعبہ شریف کے اندر پیدا ہوئے۔ (مستدرک، جلد2، صفحہ 611، دارالمعرفۃ بیروت)

قبول اسلام

مولاعلی مشکل کشا کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم دس سال کی عمرمبارک میں دامن اسلام سے لپٹ گئے اورشہنشاہ نبوت، تاجدار رسالت، شافع امت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے زیرتربیت رہے اورتادم حیات آپ کی امدادونصرت اوردین اسلام کی حمایت میں مصروف عمل رہے۔ آپ مہاجرین اوّلین اورعشرہ مبشرہ میں شامل ہونے اوردیگرخصوصی درجات سے مشرّف ہونے کی بناء پر، بہت زیادہ ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ غزوہ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق وغیرہ تمام اسلامی جنگوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ شرکت فرماتے رہے اورکفار کے بڑے بڑے نامور بہادر آپ کی تلوار ذوالفقار کے قاہرانہ وار سے واصل نار ہوئے۔

کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم کہنے کا سبب:

جب قریش مبتلائے قحط تھے توحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابوطالب پرتخفیف عیال کے لئے حضرت سیدّ ناعلی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو اپنی بارگاہ ایمان پناہ میں لے آئے، آپ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے حضور مولائے کُل سیدالرُسل صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کناراقدس میں پرورش پائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہوش سنبھالا۔ آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرادیکھا، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کی باتیں سنیں، عادتیں سیکھیں۔ توجب سے اس جناب عرفان مآب رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا قطعاً یقیناً رب عزوجل کوایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ہرگز ہرگز بتوں کی نجاست سے ان کادامن پاک کبھی آلودہ نہ ہوا، اسی لئے لقب کریم ''کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم'' ملا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد28، صفحہ 436، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اولادمبارک

حضرت مولامشکل کشاعلی المرتضی، شیرخداکرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے چودہ بیٹے اورانیس بیٹیاں تھیں۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چودہ بیٹے اورانیس بیٹیاں تھیں۔ حسن وحسین، زینب کبری، ام کلثوم کبری حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تھے۔ محمد اکبرجن کومحمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے یہ خولہ بنت جعفر سے تھے۔ عبیداللہ جسے مختارثقفی نے قتل کیا، ابوبکرحضرت حسین کے ساتھ شہید کردیئے گئے یہ دونوں لیلیٰ بنت مسعود سے تھے۔ عباس اکبر، عثمان جعفروعبداللہ نے حضرت حسین کوشہید کیا یہ چاروں ام بنین بنت حرام بن خالد سے تھے۔ محمداصغر جو کہ حضرت حسین کے ساتھ شہید کردیئے گئے ان کی ماں ام ولد تھی۔ یحیٰ وعون یہ اسماء بنت عمیس سے تھے۔ عمراکبر، رقیہ، صحباء سے تھے محمداوسط امامہ بنت ابی عاص سے، ام الحسن، رملہ کبری کی ماں ام سعید بنت عروہ تھی۔ ام ہانی، میمونہ، زینب صغری، رملہ صغری، ام کلثوم صغری، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ یہ مختلف کی مائیں تھیں۔ اوردوسری بیٹی جس کانام ذکرنہیں کیا گیا وہ حالت صغر میں ہی فوت ہوگئی۔ یہ وہ تمام افراد ہیں جواولاد علی سے معروف ہیں۔ (علامہ ابن جوزی، المنتظم، الجزالخامس، جلد02، صفحہ90، بیروت)

مسندخلافت پر

حضرت سیدناعثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعدانصارومہاجرین نے مولی علی مشکل کشاکرم اللہ وجہہ الکریم کے دست حق پرست پربیعت کرکے کہ آپ کو امیرالمؤمنین منتخب کیا۔ آپ 4برس 8ماہ اور9دن مسندخلافت پرجلوہ افروزرہے۔

(تاریخ الخلفاء)

مولیٰ علی کی شان بزبان قرآن

اللہ عزوجل نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 274 میں ارشادفرمایا: (اَلَّذِیْنَ

یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیگ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ (پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت 274)

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے کا نہایت شوق رکھتے ہیں اور ہر حال میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔۔ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا۔ایک رات میں ایک دن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہر۔

(تفسیر خزائن العرفان، پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت 274 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قرآن فہمی

ظاہری و باطنی علوم پر خبردار، صاحب سینۂ پر انوار، مولیٰ علی حیدر کرار کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کی قسم! میں قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے جانتا ہوں کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے سمجھنے والا دل اور سوال کرنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد1، صفحہ 108، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

لمحہ بھر میں ختم قرآن

حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جب سواری کے لیے رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن شروع فرماتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پورا قرآن مجید ختم فرمالیتے۔ (شواہد النبوہ، صفحہ 212، مکتبۃ الحقیقہ استنبول)

علم تفسیر قرآن

صاحب ذوالفقار، حسنین کریمین کے والد بزرگوار، حضرت مولا مشکل کشا علی

المرتضی، شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرمایا: اگر میں چاہوں تو سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں"۔ (قوت القلوب، جلد1، صفحہ 92، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی مولیٰ مشکل کشا پر عنایات

حضرت مولیٰ علی مشکل کشا، علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے جس قدر فضائل و کمالات ہیں وہ سب رسول خدا، محمد مصطفیٰ، قاسم ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہیں۔حضور کی طفیل اللہ عزوجل نے حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ایسا مقام عطا کیا کہ جس پر آپ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعد آنے والا ہر شخص رشک کرتا ہے۔چنانچہ حضرت سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم نے خیبر کے دن فرمایا: لأعطين الراية غدا رجلا يفتح على يديه، يحب الله ورسوله، ويحبه الله ورسوله، فبات الناس ليلتهم أيهم يعطى، فغدوا كلهم يرجوه، فقال: أين علي؟، فقيل يشتكي عينيه، فبصق في عينيه ودعا له، فبرأ كأن لم يكن به وجع " کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، نیز اللہ عزوجل اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔اگلے روز صبح کے وقت ہر آدمی یہی امید رکھتا تھا کہ جھنڈا اسی کو دیا جائے گا، فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔فرمایا: انہیں بلاؤ، انہیں لایا گیا تو محبوب رب العباد، راحت ہر قلب ناشاد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں اور انہیں جھنڈا دے دیا۔ (صحیح بخاری، جلد4، صفحہ 60، دار طوق النجاۃ)

شہر علم و حکمت کا دروازہ

مالک جنت، صاحب عظمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا"، یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(مستدرک، جلد4، صفحہ 96، حدیث 4693، دارالمعرفۃ بیروت)

نبی مکرم ،رسول محترم ،تاجدارحرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:انادار الحکمة وعلی بابھا ''یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(جامع ترمذی،جلد5،صفحہ 402،دارالفکر بیروت)

نبیوں کے سلطان،رحمت عالمیان،سردار دوجہان،محبوب رحمٰن صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مولی علی شیر خدا فرمان فضیلت نشان ہے:''انت منی وانا منك ''یعنی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔(جامع ترمذی،جلد5،صفحہ399،دارالفکر بیروت)

ظاہر وباطن کے عالم:

فقیہ امت حضرت سیدنا علی المرتضی،شیر خدا کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم ایسے عالم ہیں جن کے پاس ظاہر وباطن دونوں کا علم ہے۔

(ابن عساکر،جلد42،صفحہ400،دارالفکر بیروت)

فضائل مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم

امیر المؤمنین،خلیفۃ المسلمین،امام العادلین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:فاتح خیبر،حیدر کرار،صاحب ذوالفقار حضرت علی المرتضی شیر خدا کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو تین ایسی فضیلتیں حاصل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے نصیب ہو جاتی تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی محبوب تر ہوتی،صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا:وہ تین فضائل کون سے ہیں؟ فرمایا:(۱) اللہ عزوجل کے پیارے حبیب،حبیب لبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں دیا۔(۲)ان کی رہائش سرکار ابد قرار،شفیع روز شمار،دوعالم کے مالک ومختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں تھی اور ان کے لئے مسجد میں وہ کچھ حلال تھا جو انہیں کا حصہ ہے(۳)غزوہ خیبر میں ان کو پرچم اسلام عطا فرمایا گیا۔

(مستدرک،جلد4،صفحہ94،حدیث4689،دارالمعرفة بیروت)

بہر تسلیم علی میداں میں　　سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے

عداوت مولی علی کا وبال

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:محبت علی اصلی ایمان ہے۔ہاں محبت میں ناجائز وافراط برا ہے مگر عداوت علی اصل ہی سے حرام بلکہ کبھی کفر ہے۔(مراۃ المناجیح،جلد8،صفحہ424،ضیاء القران پبلی کیشنز،لاہور)

زیارت عبادت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:علی المرتضٰی(کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم)کو دیکھنا عبادت ہے۔

(مستدرک،جلد4،صفحہ188،حدیث4737،دارالمعرفة بیروت)

قوت حیدری کی ایک جھلک

غزوہ خیبر کے دن ایک یہودی نے حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم پر وار کیا،اسی دوران آپ کی ڈھال گرگئی،تو آپ آگے بڑھ کر قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے اور اپنے ہاتھوں سے قلعے کا پھاٹک اُکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنایا وہ کواڑ آپ کے ہاتھ میں برابر رہا اور آپ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا۔یہ کواڑ اتنا وزنی تھا کہ جنگ کے بعد چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھانا چاہا تو وہ کامیاب نہ ہوئے۔(دلائل النبوۃ للبیہقی،جلد4،صفحہ212،مکتبہ دارالکتب العلمیہ،بیروت)

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

مولی علی کا اخلاص

مولائے کائنات،مولی مشکل کشا،علی المرتضٰی شیر خدا اس قدر بہادر ہونے کے باوجود تکبر وریا اور خودنمائی وغیرہ ہر طرح کے رذائل سے پاک اور پیکر عمل واخلاص تھے چنانچہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:حضرت سیدنا علی نے جہاد میں ایک کافر کو پچھاڑا اور اسے قتل کے ارادے سے اس کے سینے پر بیٹھے،اس نے آپ پر تھوک دیا،آپ

نے اسے چھوڑ دیا، سینے سے اُٹھ گئے اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: کہ تیری اس حرکت سے مجھے غصہ آ گیا، اب تیرا قتل نفسانی وجہ سے ہوتا نہ کہ ایمانی وجہ سے، اس لیے میں نے تجھے چھوڑ دیا، وہ آپ کا یہ اخلاص دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد 7، صفحہ 12، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیر خدا کا عشق مصطفیٰ

حضرت سیدنا علی المرتضی سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ فرمایا: خدا عزوجل کی قسم حضور اکرم ہمارے نزدیک اپنے مال وآل، والدین اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔

(الشفا، جلد 2، صفحہ 22، مرکز اہلسنت، برکات رضا ہند)

شیر خدا کی خداداد خوبیاں

حضرت سیدنا ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ایک مرتبہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ضرار سے فرمایا: میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ حضرت سیدنا ضرار رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضی، شیر خدا کے علم وعرفان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، آپ اللہ عزوجل کے معاملے اور اس کے دین کی حمایت میں مضبوط ارادے رکھتے، فیصلہ کن بات کرتے اور انتہائی عدل وانصاف سے کام لیتے، آپ کی ذات منبع علم وحکمت تھی، جب کلام کرتے تو دہن مبارک سے حکمت ودانائی کے پھول جھڑتے، دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت کھاتے، رات کے اندھیرے میں عبادت الٰہی سے مسرور ہوتے، اللہ عزوجل کی قسم! آپ بہت رونے والے، دور اندیش اور غمزدہ تھے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے، کھردرا موٹا لباس پسند فرماتے اور موٹی روٹی کھاتے۔ اللہ عزوجل کی قسم! رعب ودبدبہ ایسا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرتا تھا حالانکہ جب ہم حاضر ہوتے تو ملنے میں آپ خود پہل کرتے اور جب ہم سوال کرتے تو جواب ارشاد فرماتے، اور ہماری دعوت قبول

فرماتے۔ جب مسکراتے تو دندان مبارک ایسے معلوم ہوتے جیسے موتیوں کی لڑی، آپ پرہیزگاروں کا احترام کرتے، مسکینوں سے محبت فرماتے، کسی طاقتور یا صاحب ثروت کو اس کی باطل آرزو میں امید نہ دلاتے، کوئی بھی کمزور شخص آپ کی عدالت سے مایوس نہ ہوتا بلکہ اسے امید ہوتی کہ مجھے یہاں سے انصاف ملے گا۔ (عیون الحکایات، ص 25، دار الکتب، بیروت)

عمر مبارک

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب شہید کیا گیا اس وقت ان کی عمر 63 سال تھی۔ اس کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی نے چار اقوال اور بھی نقل کئے ہیں ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 64 سال تھی، دوسرے کے مطابق 65 سال، تیسرے کے مطابق 57 سال اور چوتھے کے مطابق 58 سال تھی۔ لیکن ان چاروں اقوال کو لفظ ''قیل'' کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ان اقوال کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ''وكان لعلي حين قتل ثلاث وستون سنة، وقيل: أربع وستون وقيل: خمس وستون وقيل سبع وخمسون وقيل: ثمان وخمسون'' ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب شہید کیا گیا اس وقت ان کی عمر 63 سال تھی۔ اور ایک قول 64 سال، ایک قول 65 سال، ایک قول 57 سال اور ایک قول 58 سال کا بھی ہے۔

(تاریخ الخلفاء، صفحہ 140، مطبوعہ کراچی)

وفات حسرت آیات

سترہ یا انیس رمضان المبارک کو ایک خبیث خارجی کی حملے سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور اکیس رمضان المبارک یکہ شنبہ (اتوار) کی رات جام شہادت نوش فرما گئے۔

(تاریخ الخلفاء)

امام احمد رضا کی نصائح

محمد ادریس رضوی (ایم۔اے)

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں مضبوط قلعے کی مانند ہیں، جن میں پناہ لینے والا دونوں جہاں کی سعادتیں حاصل کرتا ہے، ان کی نصیحتیں خوفِ خدا سے لبریز، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پُر، حبِ صحابۂ کرام کے جذبات سے سرشار، ائمۂ مجتہدین کی محبت سے بھرپور، اولیا و صلحا کی اطاعت سے لبالب ہیں، حق و باطل میں خطِ امتیاز اور بدعقیدوں سے بچنے کے آلے ہیں، ان کی نصیحتوں میں ایمانیات و عبادات کے تذکرے، احکامات کے فلسفے ہیں، ان کی نصیحتوں کو غور سے پڑھیے تو کہیں پر خوشی سے دِل شاد ہو جاتا تو کہیں پر خوف سے کانپ جاتا ہے، کہیں پر آنکھیں نم ہو جاتیں تو کہیں پر دل تڑپ جاتا ہے، ان کی نصیحتوں کے دائرے بہت وسیع ہیں۔ ان میں سے چند نصیحتوں کے گہر کو جمع کرنے کی برکتیں حاصل کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو عمل کرنے اور برہم زلفِ یار کو غور و خوض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایمان تمام چیزوں سے مقدس اور مقدم ہے، نفس کی شر انگیزیوں، حرص و ہوس کی لہروں اور شیطان کی چکا چوند موجوں سے جس نے اس انمول ہیرا کو بچالیا کام یاب ہو گیا، اس کے بعد جو عبادات کے غازہ سے اسے مزین کرتا ہے اس میں بہاریں پیدا ہو جاتی ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۶۱۰ء میں اعلان نبوت فرمایا اور ۶۲۱ء میں نماز فرض ہوئی، ان گیارہ سالوں میں مومن بننے کے لیے صرف اور صرف کلمۂ توحید و رسالت پڑھنا فرض تھا، اس درمیان میں جو مسلمان اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کیے مومن ہی نہیں اعلیٰ مومن بن کر گئے، اس کے بعد نماز کی فرضیت کا حکم ہوا۔ چناں چہ اس تعلق سے حضرت حکیم الامّت علامہ احمد یار خاں نعیمی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''خیال رہے کہ مومن کی علامت مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہے اس لحاظ سے ان کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوئیں ایک وقت کلمہ پڑھنا مومن کی علامت تھی، نماز وغیرہ کوئی احکام نہ آئے تھے، تب ارشاد ہوا مَن قَالَ لَا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ جس نے کلمہ پڑھ لیا جنّتی ہو گیا، پھر وہ وقت آیا جب نماز وغیرہ بھی آگئی تو ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے، یعنی اللہ کو پوجو اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، مدینہ منورہ میں منافقین بھی تھے جو کلمہ

نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے بھی بے ایمان رہے، تب اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت علامتِ ایمان قرار پائی کہ ارشاد ہوا لا یومن احد کم حتی اکون ......الخ آئندہ کے متعلق خبر دی گئی کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو تم سے زیادہ عابد و زاہد ہوگی مگر اسلام سے خارج ہوگی۔ (۱)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اسی نماز و روزہ سے آراستہ عابد و زاہد مگر ایمان سے خالی، گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہنود و نصاریٰ سے بھی آگے، اس قوم کی پہچان بتا کر مسلمانوں کو دل سوز نصیحتیں کرتے ہیں، دین اسلام کے اس حکیم حاذق نے بتا دیا کہ اس قوم کو متعدی مرض لاحق ہے، لہٰذا اس سے دور رہو، جن لوگوں نے نہیں مانا اور اس قوم سے یاری جوڑی ان کو بھی گستاخی و بے ادبی کا مرض لگ گیا۔ امام احمد رضا کے فرمودات پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے، ان کو ایمان محبوب ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیارے ہیں تو مسلمانوں کو بھی دعوت دی، پیغام دیا، قرآن سنایا، احادیث بتائی کہ ایمان کو محبوب رکھو، اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو۔

ایک ڈاکٹر انتباہ کرتا ہے کہ مسلول کا جوٹھا کھانا، تندرست اشخاص کو نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی مسلول کے ساتھ ایک برتن میں کھانا پینا چاہیے، طاعون سے بچنے کے لیے تمام ایسی چیزوں کو جن کو طاعون کی چھوت یعنی اس کے لگ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً مریض کا لباس، بستر اور چارپائی وغیرہ سب کو جلا دینا چاہیے، سرطان کے مریض سے بچنا چاہیے، ایڈز کے مریض سے مصافحہ نہیں کرنا چاہیے، نہیں تو مرض لگ جائے گا، اس پر ہم سختی سے عمل کرتے اور لوگوں سے عمل کرنے کو کہتے ہیں تو پھر ایمان کے بچانے کی جو تدبیریں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی ہیں اس پر قیل و قال کیوں؟ ہاں جو افراد امام احمد رضا کے طریقے کو جانتے مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں وہ علاج کی غرض سے مریضوں کے پاس جا سکتے ہیں، اپنے پاس بٹھا کر امام احمد رضا کا نسخہ بتا سکتے ہیں، لیجیے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتوں کو پڑھیے اور گرہ میں باندھنے کی کوشش کیجیے۔

ایمانیات:

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا ۔ تا ۔ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا (۲) کی روشنی میں نصیحت فرماتے ہیں:

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے کا اصل مقصد ہی تمہارا مولیٰ تبارک و تعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے، اوّل یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں، دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کریں، سوم یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تین باتوں کی جمیل ترتیب دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کو اس لیے کہ بغیر ایمان تعظیم کار

نہیں، بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے، مگر ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادات الٰہی میں گزارے، سب بے کار ومردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر وعبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لاالہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضرب لگاتے ہیں مگر از آنجا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ اصلاً قابل قبول بارگاہِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا اور جو کچھ اعمال انھوں نے کیے ہم نے سب برباد کردیے، ایسوں ہی کو فرماتا ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ. تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً. عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان ومدارِ نجات ومدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ضرور ہوئی۔(۳)

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

محبت وعداوت، ایمان وکفر متضاد چیزیں ہیں، محبت کی آنکھ محبوب کو بے عیب، سب سے نرالا اور انوکھا دیکھتی ہے، عداوت نقص اور خامیاں تلاش کرتی ہے، محبت جس کو چاہتی ہے، عداوت اس سے روکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی چیز کے متعلق لوگوں کی الگ الگ رائیں، الگ الگ باتیں، الگ الگ خیالات، متضاد فتاوے ہیں، میلاد شریف کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں: ''یہ فعل جائز ومستحسن ہے اور اس کے کرنے میں لذّت پاتا ہوں۔''(۴) یہ محبت کی بولی ہے، عداوت کہتی ہے ''انعقادِ مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔''(۵)

حلاوت ایمان کی طلب اور کفر کے تقاضوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، جن چیزوں کو کفر پسند کرتا ہے، ایمان ان سے منع کرتا ہے، تاریخ کے صفحات پر سرسری نظر ڈال کر دیکھیے، حضرت عثمان غنی، حضرت بلال، حضرت خباب وغیرہم (رضی اللہ عنہم) کے ایمان لانے پر ان کو کافروں نے کیسی اذیتیں دیں، یہ کفر کے تقاضے تھے، ایمان کا ذوق دیکھیے، جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی رائے طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کو مکہ مکرمہ میں رہنے نہیں دیا، یہ کفر کے سردار اور سرپرست ہیں ان کی گردنیں اڑا دیجیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فدیہ سے غنی کیا ہے، علی مرتضیٰ کو عقیل پر اور حضرت حمزہ کو عباس پر، اور مجھے میرے قرابت داروں پر مقرر کیجیے کہ ان کی گردنیں ماردیں۔(۶)

عجیب آزمائش کی گھڑی تھی، قرآن مجید میں ہے کہ۔ الٓمّٓ. اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ترجمہ: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی...... لیکن یہ آزمائش کیوں؟ تاکہ مومن مخلص اور منافق میں امتیاز ظاہر ہوجائے، لیجیے مذکورہ آیت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نصیحت کا ایک جز ملاحظہ کیجیے:

''تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہوجاؤ، ان کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبّے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ ان کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بہ کثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔(۷)

امام احمد رضا کی نصائح قرآن مجید سے ماخوذ ہیں، کمیاں ہم میں ہیں کہ ہم قرآن کی جانب رجوع نہیں کرتے، قرآن نے ہمیں ایمان کو سلامت رکھنے کے لیے ان مول نگینے دیے ہیں، لیکن ہم ان نگینوں کی طرف جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے۔

ایمان تو آفتاب سے بڑھ کر آفتاب اور ماہ تاب سے بڑھ کر ماہ تاب، سونے سے زیادہ خالص اور دودھ سے زیادہ شیریں ہے، لیکن جب آفتاب کے اوپر بادل آجاتا ہے تو آفتاب کی روشنی اس کی چمک دمک غائب ہوجاتی ہے، اسی طرح جب ایمان پر گستاخیوں کے ابر چھا جاتے ہیں تو ایمان کی شعائیں اور اس کی روشنی معدوم ہوجاتی ہے، راہوں کو منور کرنے والا چاند، راہ میں تاریکی

پیدا کر دیتا ہے، خالص سونا میں دیگر دھات ملانے دینے سے سونے کی چمک ماند پڑ جاتی ہے اور دودھ میں پانی ڈال دینے سے دودھ کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے، بلا تمثیل ایمان اور کفر ایک ساتھ پروان نہیں چڑھتے، ایمان اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخیو ں کو قبول نہیں کرتا، بے ایمانوں، کافروں، مرتدوں اور گستاخوں کی محبت میں مبتلا ہونے والوں کو دائرۂ اسلام میں نہیں رکھتا، قرآن مجید، پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ کی آیت ۲۲ کا ترجمہ پڑھیے:

’’تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی، اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے، اللہ ہی کی جماعت کام یاب ہے‘‘ (۸)

قرآن مجید کی آیت کے ترجمہ پر مفسر قرآن علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

’’یعنی مومنین سے یہ نہیں ہوسکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بد دینوں اور بد مذہبوں اور خدا و رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے سے مؤدت و اختلاط جائز نہیں، چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے جنگ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روز بدر اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو مبارزت کے لیے طلب کیا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا، اور حضرت علی ابن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے، خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس۔‘‘ (۹)

مولانا شبیر احمد عثمانی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگر چہ باپ بیٹے ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں، ان کو یہ درجے ملتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان یہ تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اسی سلسلہ میں ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، جنگ احد میں ابوبکر صدیق اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام

کو، علی ابن ابی طالب، حمزہ، عبیدہ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا، اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ نے جو مخلص مسلمان تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کروں، آپ نے منع فرمادیا۔‘‘ (۱۰)

مذکورہ دونوں تفاسیر بلکہ حضرت شاہ صاحب کی تفسیر کو بھی شمار کریں تو تین تفاسیر ہوئیں، ان تینوں کی روشنی میں دیکھیں کہ عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کیا کہتے ہیں، جو باتیں کہتے ہیں، ان تفاسیر سے مطابقت رکھتی ہیں یا نہیں؟ تحریر فرماتے ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اس سے دوستی نہ کرے، جس سے صریح یہ مفاد ہوا کہ اس سے جو دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا، پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمھیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہوگے، مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لیے بس تھا، مگر دیکھو وہ تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا، کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمھیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تمھارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمھاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمھیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منھ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی، تم مجھ سے راضی، بندے کے لیے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوگی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہاے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑوں جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللہ کہ مفت پائیں، پھر زید و عمرو سے علاقۂ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے، جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے، قرآن کریم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے نہ

ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کی لالچ میں نہ آئیں سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں وہ عذاب بھی سن لیجیے۔"(۱۱)

عذاب کا تذکرہ کرنے سے پہلے چند باتیں عرض کردوں کہ مذکورہ حکم قطعی، نص سے ثابت ہے، مگر بعض جاہل قسم کے لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کلمہ پڑھنے والوں کو آپس میں تقسیم کردیا ہے، اگر کوئی بُرا یا گستاخ ہے تو اس کے اعمال اس کے ساتھ، اس سے ملنے اور اس کے ساتھ کھانے پینے، بیٹھنے، اٹھنے اور شادی بیاہ کرنے میں کیا حرج ہے؟......اسی بھولے پن میں بہت سے بدعقدگی کی لہر میں بہہ گئے، بغیر سمجھے جو دل میں آیا بک دیا کہ مولانا احمد رضا میں تشدد تھا، وہ متشدد تھے، وغیرہ۔ کبھی قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ اس سلسلے میں قرآن کیا حکم فرماتا ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا فتویٰ، فرمان اور ان کی نصیحتیں ان کی طبیعت کی نہیں، بلکہ حکم اسلام کے مطابق ہیں، قرآن پاک کھولیے، اور سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ا ر پڑھیے، دیکھیے اللہ تعالیٰ کیا حکم فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالاں کہ وہ منکر ہیں اس حق کے ساتھ جو تمھارے پاس آیا، گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمھیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے، اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو، تم انھیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو، اور تم میں جو ایسا کرے وہ بے شک سیدھی راہ سے بہکا۔"(۱۲)

آیت کے ترجمہ کی روشنی میں سمجھنا یہ ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں اور کس بنا پر نازل ہوئی، تفصیل کے لیے تفسیر اور شانِ نزول کا مطالعہ کرنا ہوگا، پہلے تفسیر ملاحظہ کرتے ہیں پھر امام احمد رضا کی تحریر، تاکہ سمجھ میں آئے کہ شدت کا الزام کس قدر بے جا ہے۔

علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی آیت مذکورہ کی تفسیر میں شان نزول کے تئیں تحریر فرماتے ہیں:

"شان نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی جب کہ حضور فتح مکہ کا سامان فرمارہے تھے، حضور نے اس سے فرمایا کیا تو مسلمان ہوکر آئی؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کیا ہجرت کرکے آئی؟ عرض کیا نہیں، فرمایا پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہوکر، بنی عبد المطلب نے اس کی امداد کی، کپڑے بنائے، سامان دیا، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ملے، انھوں نے اس کو دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہوسکے کرو، سارہ یہ خط لے کر روانہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس کی خبر دی، حضور نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا مقام روضہ خاخ پر تمھیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو، اگر انکار کرے تو اس کی گردن ماردو، یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اس سے خط مانگا وہ انکار کرگئی اور قسم کھا گئی، صحابہ نے واپسی کا قصد کیا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ قسم فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا، یا خط نکال یا گردن رکھ! جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادۂ قتل ہیں تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر فرمایا کہ اے حاطب اس کا کیا باعث؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَیں جب سے اسلام لایا کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیاز مندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور ان کی قوم سے نہ تھا، میرے سوا اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھربار کی نگرانی کرتے ہیں، مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے میرا خط انھیں بچا نہ سکے گا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے اس منافق کی گردن ماردوں، حضور نے فرمایا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو جاری ہوگئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔"(۱۳)

مذکورہ آیت کے ترجمہ کے ضمن میں شان نزول کے تئیں مفسر قرآن مولانا احمد یار خاں نعیمی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا صلاح الدین یوسف، مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری نے اسی وقعہ کو لکھا ہے جو مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے رقم کیا ہے، اور آیت کے ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

"پہلی دو آیتوں میں تو ان سے دوستی کرنے والوں کو ظالم گم راہ ہی فرمایا تھا، اس آیت کریمہ نے بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی ان ہی میں سے ہے، ان ہی کی طرح کافر ہے، ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا، اور وہ کوڑا بھی یاد رکھیے کہ تم چھپ چھپ کر ان سے میل

رکھتے ہو اور میں تمھارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں، اب وہ رسی بھی سن لیجیے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔" (۱۴)

امام احمد رضا کا روئے سخن ہر گستاخ کی جانب ہے، چاہے وہ گستاخ جس شکل، جس لباس میں ہو، گستاخ ہے تو اس کی تردید میں تشدد کی کیا بات ہے؟ بعض کے نزدیک امام احمد رضا کی باتوں سے تشدد کی بو آتی ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے کو کیا کہیں گے کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے اس منافق کی گردن ماردوں۔"

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا باادب بندہ بنائے۔ (آمین)

مراجع

(۱) مرأت المناجیح، ص ۳۵، ج ۱

(۲) پارہ ۲۶ رکوع ۹، سورۃ الفتح

(۳) تمہید ایمان، از امام احمد رضا

(۴) تفصیل کے لیے دیکھیے حضرت حاجی صاحب کی کتاب "فیصلۂ ہفت مسئلہ"

(۵) فتاویٰ رشیدیہ، از مولوی رشید احمد گنگوہی

(۶) ماہتاب رسالت کی جلوہ ریزیاں، مولانا محمد ادریس رضوی

(۷) تمہید ایمان، از امام احمد رضا

(۸) کنز الایمان، از امام احمد رضا

(۹) خزائن العرفان، برحاشیہ کنز الایمان

(۱۰) القرآن الکریم وترجمۃ معانیہ وتفسیر الی اللغۃ الاردیۃ، مطبع شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، پوسٹ بکس ۳۵۶۱ مدینہ منورہ

(۱۱) کنز الایمان، از امام احمد رضا

(۱۲) کنز الایمان

(۱۳) خزائن العرفان برحاشیہ کنز الایمان، ۹۵/۷، تاج کمپنی لاہور

(۱۴) تمہید ایمان، از امام احمد رضا

☆☆☆

اعلیٰ حضرت اور زر کی بازارکاری

پروفیسر عبدالمجید صدیقی

اسلامی معاشیات کے چند بنیادی اصول ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں جنھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

☆ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (سورۂ نسا: ۹۹/ کنز الایمان)

☆ اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سائلوں اور گردن چھڑانے میں۔ (سورۂ بقرۃ: ۱۷۷/ کنز الایمان)

☆ اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

(سورۂ بنی اسرائیل: ۲۶۔۲۷/ کنز الایمان)

☆ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا سود اگر مسلمان ہو۔

(سورۂ البقرۃ: ۲۷۷/ کنز الایمان)

☆ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا مال لے لو، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمھیں نقصان ہو۔ (سورۂ البقرۃ: ۲۷۸/ کنز الایمان)

☆ وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑا ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنادیا ہو یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے، وہ اس میں مدتوں رہیں گے، اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں کوئی ناشکرا بڑا گنہ گار۔

(سورۂ البقرۃ: ۲۷۴۔۲۷۵/ کنز الایمان)

☆ اَمْوَالُکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیَامًا (تمھارے وہ مال جن کو اللہ نے تمھاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا۔)

☆وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ (اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔)

اس ضمن میں چند احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ملاحظہ فرمالیں:

☆حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا: دیکھنا! عیش پسند زندگی سے دور رہنا کیوں کہ اللہ کے بندے عیش پسندانہ زندگی نہیں گزارتے۔(احمد)

☆میرے آقا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر آدم کے کسی بیٹے کی ملکیت میں سونے کے دو پہاڑ دے دیں تو وہ تیسرے پہاڑ کی تمنا کرے گا، صرف قبر کی مٹی ہی آدم کی اولاد کا پیٹ بھر سکتی ہے۔(صحیح بخاری، باب ۸۱، حدیث ۶۴۳۶)

☆سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو یہ پروانہ ہوگی کہ جو مال وہ حاصل کررہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔(صحیح بخاری شریف)

☆رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل خانہ پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ کرنا اس کے حق میں صدقہ ہے۔(بخاری عن ابن مسعود)

☆جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتا ہے۔(بیہقی)

درج بالا قرآن و احادیث کے چند حوالوں سے کچھ ایسے اسلامی معاشی امور اخذ کیے جاسکتے ہیں جن کا تعلق عصری معاشیات سے بھی ہے، ذیل میں مختصراً اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔

(۱)**آمدنی و دولت** (Income and Wealth): کسی ذریعے سے حاصل ہونے والا مال آمدنی ہے، اسے اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے، اور جائز طریقوں سے اسے حاصل کرنے پر اکسایا گیا ہے، ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے سے روکا گیا ہے۔

ایک شخص جو رقم یا مال وقتاً فوقتاً حاصل کرتا رہتا ہے وہ اس کی آمدنی ہے، اس آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ وہ اپنی مختلف ضروریات پر خرچ کرتا رہتا ہے، اس کے بعد جو حصہ بچ رہتا ہے وہ اس کی دولت (Wealth) کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ چناں چہ کسی ذریعہ سے حاصل ہونے والا مال آمدنی ہے، اس میں سے جو پس انداز ہوکر جمع ہوجائے وہ دولت ہے۔

(۲)**صَرف** (Consumption): اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی ضروریات کے پیش نظر بہت ساری چیزوں کو پیدا فرمایا ان چیزوں نے انسانی زندگی کو بے شمار سہولیات بہم پہنچائی ہیں، ان ہی کے سبب ہمارا کھانا پینا، رہنا سہنا، لباس، ادویات اور حصول علم وغیرہ ممکن ہوئے ہیں، (تمھارے وہ مال جن کو اللہ نے تمھاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔) حسب ضرورت اور حسب استطاعت ان

چیزوں (اموال) کے استعمال کی ترغیب دی ہے، بہر حال فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتلا کر انسان کو اس سے روکنے کی ترغیب بھی دی نیز اس بات کی بھی ترغیب دی کہ "لوگ اپنا مال اللہ کے بندوں کی خیر و فلاح میں بھی لگائیں"...... چناں چہ اسلام نے فضول خرچی سے بچتے ہوئے اپنی ضروریات پر نیز اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(۳) **بچت** (Saving): آمدنی کا وہ حصہ جو خرچ نہ کیا گیا ہو بچت کہلاتا ہے، اسلام فضول خرچی اور عیش پسندانہ زندگی گزارنے سے روکتا ہے، اسلام بچت کی ترغیب دیتا ہے، لیکن اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دولت کی مرکوزیت اور ذخیرہ اندوزی (Hoarding) سے روکتا بھی ہے، جمع پانی کے مقابلے میں بہتا ہوا پانی معاشرہ کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ معیشت میں یہ بچت نہایت اہم رول ادا کرتی ہے، جس کی کارگزاری کا مشاہدہ زر بازار اور سرمایہ بازار میں ہم آگے کریں گے۔

اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ کسی بھی مقصد سے استعمال کے لیے اس بچت کو سود پر دینے کی اسلام شدت سے مخالفت کرتا ہے۔

(۴)**روپیہ کاروبار میں لگانا** (Investment): اس سے مراد وہ خرچ ہے جو منافع کمانے کا سبب بنے۔ اس خرچ سے نقصان بھی ممکن ہے، کاروباری شخص اپنی خود کی بچت کے ساتھ مختلف ذریعوں سے وسائل حاصل کرکے منافع کی امید پر کاروبار میں لگاتا ہے، اللہ کا فضل تلاش کرنے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے، یہ کاروبار زراعت، تجارت، صنعت و حرفت، وغیرہ میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد بھی ہوسکتا ہے۔

روپیہ کاروبار میں لگانے کے تعلق سے اسلام نے کچھ شرائط متعین کر رکھی ہیں مثلاً سودی کاروبار نہ کریں، شراب جیسی حرام اشیا کی پیداوار اور تجارت سے مکمل احتراز کریں۔ مال روک کر بازار میں مصنوعی قلت پیدا نہ کریں۔

بعض لوگ اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، راہ گیروں، سائلوں اور گردن چھڑانے میں لگا دیتے ہیں، اور آخرت میں کہیں بڑے اجر کے حق دار ہوجاتے ہیں۔ ناچیز اسے بھی Investment ہی گردانتا ہے۔

درج بالا معاشی معاملات خواہ آمدنی ہو یا دولت یا صَرف (Consumption)، بچت (Saving) یا روپیہ کاروبار میں لگانا (Investment) ہو تمام ہی معاشی معاملات میں زر (Money) کا عمل دخل کلیدی ہے۔

آیئے ان مشمولات کے حوالے سے کچھ غور و فکر کرلیں!

اسلامی و جدید معاشی نظام میں بعض قدر مشترک ہونے کے باوجود ان کے اندر بے پناہ بنیادی اختلافات بھی ہیں، ان میں سب سے بڑا اختلاف ہے جدید معاشی نظام کا ''سود''۔ سود ہی وہ بنیاد ہے جس پر سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت کھڑی ہے۔ جس کے اوپری منزلے پر نہایت آرام و آسائش کے ساتھ دنیا کی ایک مخصوص اور محدود آبادی جام دوشینہ سے سرشار براجمان ہے۔ جب کہ نچلے منزلے پر ایک بہت بڑی آبادی نان شبینہ سے بھی محروم ومحتاج ہے۔ مسلمان بھی اس کلیہ سے مستثنٰی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کی معاشی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ ہے۔

مجدد علم معاشیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی اس خستہ حالی کو بہت پہلے محسوس کرلیا تھا اور آپ نے اس کا علاج بھی تجویز فرمادیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تواں گر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

(بحوالہ: امام احمد رضا کے معاشی نکات، تحریر: پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، کوئنز یونی ورسٹی کنیڈا، ماخوذ: تدبیر فلاح ونجات واصلاح، از امام احمد رضا، ناشر نوری مشن مالیگاؤں)

جدید معاشی نظام کے حوالے سے بازارکاری (Marketing) میں زر (Money) کے رول کا جائزہ مذکورہ بالا چار نکات کی روشنی میں لینے سے قبل اعلیٰ حضرت کی ایک اور فقید المثال تحریر ''کرنسی نوٹ کے مسائل'' (کفل الفقیہ) سے بھی استفادہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ کریں۔

۱۹۰۵ء/۱۳۲۴ھ میں اعلیٰ حضرت کے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حنفی امام شیخ عبداللہ میرداد آپ کے سامنے کرنسی نوٹ سے متعلق ۱۲/سوالات پیش کیے تھے، اس وقت وہاں کرنسی نوٹ ایک نئی چیز تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ ان بارہ سوالات میں سے چند بنیادی اور متعلقہ سوالات اور ان کے جوابات شامل مقالہ کر رہا ہوں، مثلاً:

(تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کریں: ص ۱۰ تا ۱۲، کرنسی نوٹ کے مسائل، از امام احمد رضا، پیش کش الرضا پبلی کیشن ممبئی، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی)

سوال ۱- کیا نوٹ مال ہے یا رسید؟

جواب- نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں۔

سوال ۶- کیا اسے درہموں دیناروں اور پیسے کے ساتھ بیچنا جائز ہے؟

جواب- ہاں جائز ہے جیسے عام شہروں میں لوگوں کے درمیان معمول ہے۔

سوال ۷- اگر اسے کپڑے کے بدلے لیا جائے تو بیع متفایضہ ہوگی یا مطلق بیع؟

جواب- یہ اصطلاحی ثمن ہے لہٰذا کپڑے کے بدلے اسے لینا بیع متفایضہ نہیں بلکہ مطلق بیع ہوگی۔

سوال ۸- کیا اسے قرض میں دینا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اس کے مثل کے ساتھ ادائیگی ہوگی یا دراہم کے ساتھ؟

جواب- ہاں اسے بطور قرض دینا جائز ہے، اور ادائیگی صرف اس کے مثل کے ساتھ ہوگی۔

سوال ۹- کیا اسے بطور ادھار مقررہ مدت تک درہموں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟

جواب- ہاں جائز ہے بشرطیکہ مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرے تاکہ دین کے بدلے دین نہ ہو۔

سوال ۱۰- کیا اس میں بیع مسلم جائز ہے، مثلاً ایسے نوٹ کے بدلے جس کی نوع اور صفت معلوم ہو ایک مہینہ پیشگی درہم دینا؟

جواب- ہاں نوٹ میں بیع مسلم جائز ہے۔

سوال ۱۱- نوٹ میں لکھی ہوئی روپوں کی تعداد سے زائد کے بدلے اس کی بیع جائز ہے؟ مثلاً دس کا نوٹ ۱۲ یا ۲۰ روپے یا اس کے کم کے ساتھ بیچنا کیسا ہے؟

جواب- ہاں اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ جس طرح دونوں فریق راضی ہوں سودا کرنا جائز ہے۔

سوال ۱۲- اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب زید، عمرو سے دس روپے بطور قرض لینا چاہے تو عمرو کہے میرے پاس درہم نہیں البتہ میں دس کا نوٹ تم پر ۱۲ روپے میں بیچتا ہوں تم ہر مہینے ایک روپے ادا کرتے رہنا، کیا اسے سود کا حیلہ سمجھتے ہوئے اس سے روکا نہیں جائے گا؟ اور اگر روکا نہ جائے تو اس میں اور سود میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہے اور (وہ) حرام، حالاں کہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے، یعنی زائد مال حاصل کرنا۔

جواب- ہاں جائز ہے اور واقعی سودے کی نیت کرے قرض کی نہیں، اگر قرض ہوگا تو حرام اور سود ہوگا کیوں کہ یہ ایک ایسا قرض ہے جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے،

مذکورہ بالا سوالات اور ان کے جوابات زر (Money) کی بازارکاری (Marketing) میں زبردست رول ادا کرسکتے ہیں۔ نیز غیر سودی بنکاری اور اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ کو اسلامی انقلابی فکر سے مالامال کرسکتے ہیں۔

مولوی امید علی صاحب (۱۳۱۸ھ/۱۸۹۹ء) میں موضع چرقاضی پور ڈاک خانہ سوبگاچہ، ضلع پاپنا، ملک بنگالہ سے ایک استفتا اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ان الفاظ میں روانہ کیا کہ: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام اور سوال کرنا کب جائز ہے اور کب ناجائز؟

اس مختصر سے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے ایک رسالہ بعنوان ''خیر الآمال'' تحریر فرمایا جسے الرضا پبلی کیشن کی پیش کش پر رضا اکیڈمی ممبئی ۹ نے ''تجارت کا جائز طریقہ'' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس رسالے میں اعلیٰ حضرت نے وقت کے حوالے سے روپیہ کمانے کے ۹؍احکامات تحریر فرمائے ہیں۔ جو اس طرح ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مباح (۶) مکروہ تنزیہی (۷) اساءت (۸) مکراہ تحریمی (۹) حرام

اس رسالہ کے ص ۱۱ پر آپ تحریر فرماتے ہیں: احکام کسب کی طرف چلیے، **فاقول وباللّٰہ التوفیق** ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیل مال خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب و غرض دونوں سے ناگزیر ہے، اور احکام نو ۹ رگانہ میں پہلے چار جانب طلب ہیں جن میں فرض و واجب دونوں کی طلب جازم ہے اور سنت و مستحب کی غیر جازم، اور پچھلے چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی و اساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی و حرام سے حتمی اور مباح طلب و نہی دونوں سے خالی ہے، اب اگر سبب و غرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب تو ظاہر وہی حکم کسب پر ہوگا، مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض، تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام علیٰ ہذا القیاس۔ چناں چہ ذریعہ اور غرض یہ وہ دو عوامل ہیں جو کسب (روپیہ کمانے) کے عمل کو متعین کرتے ہیں کہ یہ عمل فرض ہے...... یا...... حرام، اس کی روشنی میں آپ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آپ کی کمائی کس زمرہ میں آتی ہے۔

فی زمانہ ''کمائی'' عموماً روپے پیسے کی شکل میں ہوتی ہے جسے علم معاشیات میں ''زر'' (Money) کہا جاتا ہے، ماہرین معاشیات کہتے ہیں:

Money is a matter of functions four
a medium, a measure, a standard a store.
(Monetary Economics, by Suray B.Gupta, Page3)

معیشت میں روپیہ چار کام انجام دیتا ہے: اول تبادلہ کا ذریعہ (Medium of Exchange) دوم قدر پیمائی (Measure of value) سوم بعد کی ادائیگی کا پیمانہ (Standard of deferred payment) چہارم قدر کی ذخیرہ اندوزی (Store of Value)

ماہرین معاشیات اس پر متفق ہیں کہ ''قدر پیمائی''، ''تبادلہ کا ذریعہ'' کا پرتو ہے۔ اسی طرح

''بعد کی ادائیگی کا پیمانہ''، ''قدر کی ذخیرہ اندوزی'' کا پرتو ہے چناں چہ زر کے دو ہی کام ہیں، اول تبادلہ کا ذریعہ دوم قدر کی ذخیرہ اندوزی۔ زر کے ان افعال نے بازارکاری (Marketing) کے عمل کو آج بہت آسان بنادیا ہے۔

بازارکاری ایک ایسا عمل ہے جہاں خریدنے اور بیچنے والے اکٹھا ہو کر خرید و فروخت کا عمل انجام دیتے ہیں، اس کی بے شمار قسمیں بتائی جاسکتی ہیں، جتنی اشیا اتنے بازار، لیکن ان تمام بازاروں کو ہم درج ذیل بازاروں میں تقسیم کریں گے،

(۱) صَرف بازار (Consumption Market) (۲) زر بازار (Money Market or Banking) (۳) سرمایہ بازار (Capital Market)

آیئے ان تینوں بازاروں میں زر یعنی Money کا کیا عمل دخل ہے اس کا جائزہ لیں۔

(۱) **صَرف بازار**: اس بازار میں صارفین وہ اشیا خریدتے ہیں جنھیں وہ خریدنا چاہتے ہیں یا انھیں خریدنا پڑ جاتا ہے، اس شے کی طلب اور رسد زر کی شکل میں اس کی قیمت متعین کرتے ہیں اس قیمت پر خریدنے کا فیصلہ خریدار اس وقت کرتا ہے جب اس شے سے ملنے والی افادیت (Utility) زر کی مقدار کے برابر ہوتی ہے۔ اگر خریدار کی نظر میں شے کی افادیت کم ہے تو وہ کم خریدے گا یا نہیں خریدے گا۔ اور اگر افادیت زر سے زیادہ ہے تو وہ زیادہ خریدے گا، اسی طرح سے تاجر بھی اپنے نفع و نقصان کے پیش نظر شے کے فروخت کا فیصلہ کرتا ہے۔

دنیاوی بازار میں دونوں فریق (خریدنے اور بیچنے والا) اپنے مفاد کا بھرپور خیال رکھتے ہیں جس کے سبب تجارت میں حسب ضرورت دونوں جائز و ناجائز دونوں طریقوں کا استعمال کرتے ہیں جب کہ اسلامی صَرف بازار میں جائز طریقوں سے تجارت کی ترغیب دی گئی ہے۔ مثلاً جو کپڑا آپ فروخت کررہے ہیں اگر اس میں کچھ نقص ہے تو خریدار کو آپ نقص بتا کر فروخت کریں اسی طرح سے وزن بڑھانے کے لیے نیچے کے گیہوں کو گیلا کرلیں اور اوپر خشک گیہوں رکھ کر اگر آپ بیچنا چاہتے ہیں تو آخرت میں آپ کی گرفت یقینی ہے۔

اپنے رسالہ ''خیر الآمال'' (تجارت کا جائز طریقہ) میں (جس کا اوپر ذکر کیا گیا) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کسب یعنی تحصیل مال میں صرف روپیہ کا شمار نہیں فرمایا ہے بلکہ طعام یا لباس یا کوئی شے بھی شامل فرمایا ہے، اگر کسی شے کے حصول کا ذریعہ اور اس کی غرض دونوں فرض ہیں تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا، مثلاً ایک شخص نے حمالی کے ذریعہ کچھ روپیہ کمایا ہے اور اس کے بچے بھوکے ہیں تو اس پر دوہرا فرض یہ کہ وہ اناج خریدے نہ کہ شراب۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت کی تحریر کے مطابق صرف بازار میں اپنا روپیہ کیسے خرچ کرنا ہے اس کی پوری پوری رہنمائی صارف حاصل کرتا ہے۔

(II) زر بـــازار (Money Market or Banking): زر بازار وہ بازار ہے جہاں "مستقبل میں زر (Money) کے استعمال" کی خرید وفروخت ہوتی ہے، زر بیچنے والوں کو آپ قرض دینے والا (Money Lender) سمجھ لیجیے مثلاً ساہوکار یا بنک وغیرہ۔ اس کے برعکس زر خریدنے والے کو آپ قرض لینے والا (Borrower) سمجھ لیجیے، بالخصوص سرمایہ دارانہ نظام میں قرض دینے والے ایک خاص منافع پر اپنا زر (Money) قرض لینے والے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ عام زبان میں اس عمل کو ہم قرض لینے دینے کا عمل کہتے ہیں جو نقصان سے قطع نظر ایک خاص منافع کی شرط پہ منعقد ہوتا ہے، یہ خاص منافع "سود" ہے، چناں چہ اس بازار میں سود پر قرض کا لین دین ہوتا ہے، قرض لینے والا اس قرض کو جیسے خرچ کرنا چاہے وہ اسے خرچ کر سکتا ہے، چاہے وہ اسے اپنے صرف (Consumption) پر خرچ کرے چاہے زراعت، تجارت یا صنعت وحرفت پر بہر حال اسے "سود" ادا کرنا ہوتا ہے۔

ہندوستان میں قرض مہیا کرنے والے روایتی ادارے بھی ہیں۔ (مثلاً ساہوکار، بنئے، وغیرہ وغیرہ) اور جدید ادارے بھی ہیں مثلاً بنک وغیرہ۔ روایتی ادارے عموماً بہت زیادہ شرح سود پر قرض دیتے ہیں جب کہ جدید اداروں کی شرح سود نسبتاً کم ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی وجوہات ہیں جن کے سبب ساہوکاروں (روایتی اداروں) کے مقابلے میں بنک (جدید ادارے) کو قبول عام حاصل ہے۔ (ویسے اول الذکر ابھی بھی بازار زر میں ہیں،) چناں چہ ہم اپنی بات بنک تک ہی محدود رکھیں گے۔

بنک کسے کہتے ہیں؟ بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو لوگوں سے ایسی امانت (Deposit) قبول کرتا ہے، جسے چیک کے ذریعہ واپس (Withdraw) لیا جا سکتا ہے اور جسے سود پر لوگوں کو بطور قرض دیا جا سکتا ہے۔

بنکاری نہایت قدیم کاروبار ہے۔ بابل اور روم کی قدیم تہذیبوں میں اس کا حوالہ ملتا ہے۔ اٹلی کی نشاۃ الثانیہ اور پھر ۱۷ ارویں صدی عیسوی میں برطانیہ میں جدید خطوط پر بنک کی شروعات ہوئی۔

لفظ بنک غالباً اطالوی لفظ BANCO سے ماخوذ ہے، جس کے معنی بینچ ہے۔ لندن کے لومبارڈ واسٹریٹ میں بینچ پر بیٹھ کر سونار، یہودی وغیرہ لوگوں سے امانت قبول کرتے اور اس امانت کو سود پر حکومت، صناعوں، تاجروں اور دیگر ضرورت مندوں کو بطور قرض دیا کرتے تھے، Lawrence S.Tiller اور William L.Silber اپنی کتاب Principles of Money, Banking and Financial Markets کے ساتویں ایڈیشن کے ص ۱۶۷ پر رقم طراز ہیں کہ (تجارتی) بنک ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہے جو کئی مختلف النوع خدمات پیش کرتا ہے جس میں چیکنگ

حسابات اور کاروباری قرض شامل ہیں۔

بنک کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ مالیاتی ادارہ قصیر المدتی قرضے (Short term Loans) سود پر مہیا کرتا ہے۔

سودی بنکوں کی کار گزاریاں: (Functions) ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

(۱) **قبول امانت** (Acceptance of Deposit): بنک چار قسم کی امانتیں قبول کرتا ہے، مثلاً

(i) رواں حسابات (Current Accounts)

(ii) بچت حسابات (Saving Accounts) (iii) میعادی حسابات (Fixed Accounts) (iv) مراجعتی حسابات (Recurring Accounts)...... جتنی طویل مدت کے لیے امانت رکھی جاتی ہے اتنا ہی زیادہ سودی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۲) **قرض کی پیش کش** (Advancement of Loan): یہاں بھی بنک چار قسم کے قرضے سود پر قرض خواہوں کو فراہم کرتا ہے جو ذیل میں بالاختصار درج ہیں:

(i) نقدی قرض (Cash Draft) (ii) زائد قرض (Over-Draft) یعنی زائد از جمع رقم بطور قرض نکالنا (iii) یک مشت قرض (Loan) (iv) ہنڈی توڑنا (Disconting of Bill of Exchange) اسے آپ منہائی قرض بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۳) **تخلیق زر کی کارگزاری** (Credit Creation Function)

(۴) **غیر بنکاری کار گزاریاں:** اس کی تین قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) بطور گماشتہ/ایجنٹ کارگزاریاں (Agency Function)

(ب) عمومی افادیتی خدمات (General Litility Cervices)

(ج) سماجی بنکاری خدمات (Social banking Services)

ان چار کارگزاریوں میں سوائے چوتھی کارگزاری کی بقیہ تمام کارگزاریوں میں بنک سودی کاروبار کرتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بنک بغیر سودی کاروبار کیے درج بالا تمام کارگزاریاں انجام دے سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب اثبات میں ہے۔ شریعت نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور بیع کو حلال، جدید بنکس کی شریانوں میں غلیظ سودی خون دوڑتا ہے، جب کہ اسلامی بنکوں کے پیکر میں منافع کا صالح خون گردش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے شریعت کے اس کلیدی ضابطے کا اظہار اپنی تحریر "تدبیر فلاح ونجات و اصلاح" (ناشر: نوری مشن مالیگاؤں، ص ۱۲) میں یوں فرمایا ہے کہ: ثالثاً بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تو اں گر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی

فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب ''کفل الفقیہ الفاہم'' میں چھپ چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد علم معاشیات سے متصادم نہیں ہے، بلکہ اس کے متوازن ہے، شریعت نے ''سو طریقے نفع لینے'' کے جو بتلائے ہیں اس پر ایک زمانے تک اسلامی معیشت کار بند رہی ہے یہ ایک ایسا درس تھا جسے مسلمانوں کی سیاسی غلامی نے ذہنوں سے محو کر دیا تھا، اعلیٰ حضرت نے اس سبق کو پھر سے یاد دلایا ہے،

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب زر کا تبادلہ اشیا سے ہوتا ہے تو منافع جنم لیتا ہے، عام بازاروں میں زر کے بدلے تاجر جب اپنی اشیا فروخت کرتا ہے تو اسے منافع حاصل ہوتا ہے جب کہ بنک ایک ایسا بازار ہے جہاں زر کا تبادلہ زر سے ہوتا ہے۔ زر کے ذریعے ایک متعینہ مدت کے لیے زر قرض لینے کے نام پر خریدا جاتا ہے، زر کی یہ خرید و فروخت ایک متعینہ شرح پر ہوتی ہے جسے سود کہا جاتا ہے مثلاً زید نے بکر کے ہاتھوں ۱۰ ارفی صد شرح سود پر ایک سال کے لیے ایک لاکھ روپے فروخت کیا (یعنی بطور قرض دیا) سال بھر گزرنے پر بکر زید کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دینے کا پابند ہے یہ دس ہزار سود ہے لیکن زر کی اس فروخت میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بکر جو ایک لاکھ روپیہ سال بھر کے لیے حاصل کر کے کاروبار کرتا ہے اس کے منافع میں سے زید دس ہزار کا حق دار تو بن گیا لیکن اگر زید کو کاروبار میں نقصان ہوتا ہے تو اس نقصان کا کیا؟ یہیں پر سودی بنکاری شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے اسی سبب سے اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے۔''

آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ کتب فقہ میں نفع لینے کے حلال طریقے کون کون سے ہیں، ان حلال طریقوں کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس بات کو ہم پہلے جان لیں کہ زر بذات خود زر پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، مثلاً زر آپ اپنی تجوری میں رکھیں یا بنک میں اگر استعمال میں نہ آئے تو عددی طور پر اس میں کوئی بھی اضافہ ناممکن ہے جب تک زر کے ساتھ انسانی محنت و صلاحیت روبہ عمل نہ ہو تو عددی طور پر اس میں نہ ہی کوئی اضافہ ہو سکتا اور نہ ہی کوئی کمی۔ چناں چہ زر بذات خود بانجھ ہے۔

کتب فقہ میں نفع لینے کے حلال طریقے: نفع لینے کے حلال طریقوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مضاربت: اس کے مطابق بنک غیر سودی بنیادوں پر سرمایہ فراہم کرے گا۔ کاروبار کرنے والا شخص بنک سے غیر سودی بنیادوں پر سرمایہ حاصل کر کے اپنے کاروبار میں لگائے گا، اور جو نفع حاصل ہوگا وہ

ایک متعینہ تناسب کے حساب سے بنک اور کاروباری شخص کے درمیان تقسیم ہوگا اور اگر کاروبار میں نقصان ہوا تو طے شدہ معاہدے کے تحت بنک وہ نقصان اٹھائے گا،

(۲) مشارکت: اس طریقہ کار میں دونوں فریق (بنک اور کاروباری شخص) سرمایہ کاری کریں گے اور دونوں مل کر کاروبار کریں گے، اور جو نفع حاصل ہوگا طے شدہ معاہدے کے مطابق دونوں میں تقسیم ہوگا، اور اگر نقصان ہوتا ہے تو ہر فریق اپنے اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے نقصان اٹھائے گا۔

(۳) مرابحہ: یہ طریقۂ کار بڑا سیدھا سا ہے، جو ایک مثال سے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے، مثلاً زید کو اپنے کارخانے کے لیے ایک مشین درکار ہے، جس کی آج بازار میں قیمت دس لاکھ روپے ہے آج زید اتنی بڑی رقم یک مشت خرچ کر کے مشین خریدنے کی پوزیشن میں نہیں ہے، غیر سودی بنک آج دس لاکھ کی یہ مشین خرید کر زید کے ہاتھوں بارہ لاکھ روپے میں اس رعایت کے ساتھ فروخت کرتا ہے کہ وہ یہ بارہ لاکھ روپے سال بھر میں قسط وار ادا کرے، مثلاً ہر ماہ ایک لاکھ روپے۔ ایسا کرنے سے بنک نے دو لاکھ روپے کما لیا۔

غیر سودی بنک کا یہ طریقۂ کار سب طریقوں سے زیادہ مقبول طریقہ ہے۔

(۴) بیع موجل: اس طریقۂ کار میں اپنے خریدار زید کو تاخیر سے ادائیگی کی سہولت کے ساتھ بنک ایک سامان فروخت کرتا ہے۔ لیکن یہ ادائیگی قسطوں میں نہیں بلکہ یک مشت ہوتی ہے۔ مثلاً بنک دس لاکھ کی ایک مشین خرید کر زید کو بارہ لاکھ روپے میں ایک سال کی ادائیگی کی مہلت کے ساتھ فروخت کرتا ہے۔ سال کے گزرنے پر زید بارہ لاکھ روپے بنک کو ادا کرے گا چناں چہ بنک نے دو لاکھ روپے کما لیا۔

مرابحہ اور بیع موجل میں ایک اور فرق ہے، مرابحہ میں فروخت کی گئی شے کی قیمت خریدار کو معلوم ہوتی ہے جب کہ بیع موجل میں بنک کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی قیمت خرید سے خریدار کو آگاہ کرے۔

بعض فقہا نے بنک کے ذریعے کمائے گئے اس دو لاکھ روپیہ کو سود قرار دیا ہے جب کہ فقہائے احناف نے اس بنیاد پر جائز قرار دیا ہے کہ فروخت کرنے والا شخص اپنا سامان جس قیمت پر چاہے فروخت کر سکتا ہے۔ یہ خرید و فروخت ویسی ہی ہے جیسی کہ عام طور پر بازاروں میں کسی شے کا تبادلہ زر سے کر کے تاجر منافع کماتا ہے۔

یہاں بتلانا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ مضاربت اور مشارکت کے مقابلے میں مرابحہ اور بیع موجل بنکوں میں زیادہ منافع بخش اور مقبول طریقۂ کار رہے ہیں۔

(۵) بیع سلم: اس طریقۂ کار میں خریدار قیمت پہلے ادا کرتا ہے اور مال بعد میں طے شدہ متعینہ مدت پر بنک خریدار کو دیتا ہے اس کی ایک صورت اور بھی ہے جسے بیع استسفا کہتے ہیں جس کے مطابق خریدار

سامان کی قیمت کی پیشگی ادائیگی کرتا ہے اور فروخت کرنے والا اس سامان کو تیار کر کے خریدار کو بعد میں مہیا کرتا ہے۔

بیع سلم اور بیع موجل ایک دوسرے کی ضد ہیں بیع سلم میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے، سامان بعد میں ملتا ہے جب کہ بیع موجل میں سامان پہلے مل جاتا ہے قیمت بعد میں ادا کی جاتی ہے۔

(۶) اجارہ: اس طریقۂ کار میں بنک اپنے مالکانہ حقوق کی ایک شے (مثلاً رہائشی مکان) کسی کو کرائے پر دے اور ساتھ ہی ساتھ اسے اسی شخص کے ہاتھوں فروخت بھی کر دے۔ لیکن اس شے کی قیمت قسطوں میں کرائے کے ساتھ وصول کرے۔

مثلاً ماضی میں بنک نے ایک مکان دس لاکھ روپے میں خریدا تھا اور آج زید کے ہاتھوں اسی مکان کو بارہ لاکھ روپے میں بنک سال بھر کی مدت ادائیگی کے ساتھ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی سال بھر کے لئے زید کو ہی کرائے پر دینا بھی چاہتا ہے، اگر زید اس پر راضی ہے تو وہ ہر ماہ بنک کو (مکان کی قیمت کا ایک لاکھ روپیہ اور مکان کے کرائے کا دس ہزار روپیہ) ایک لاکھ دس ہزار روپے ادا کرے گا۔ سال بھر میں تمام ادائیگیوں کے بعد مکان کے مالکانہ حقوق بنک زید کے نام منتقل کر دے گا اس طرح بنک (مکان کی قیمت پر دو لاکھ روپے اور مکان کے کرائے کے نام پر ایک لاکھ بیس ہزار روپے) تین لاکھ بیس ہزار کما لیتا ہے۔

مضاربت اور مشارکت کے مقابلے میں بقیہ تمام طریقۂ کار منافع کمانے کے لیے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوتے رہے ہیں۔ اول الذکر دونوں طریقوں سے بہ مشکل پانچ فی صد منافع بنک کو ملتا ہے جب کہ تمام تر منافع دوسرے طریقۂ کار سے حاصل ہوتے ہیں۔

سودی بنک کے حصول زر کے ذرائع: اجمالاً انھیں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) جدید بنک شیئر فروخت کر کے زر کی فراہمی کرتا ہے، جسے وہ سودی کاروبار میں لگاتا ہے۔

(۲) سود کی لالچ دے کر مختلف حسابات (Accounts) کے نام پر (جیسا کہ اوپر درج کیا جا چکا ہے) امانتیں جمع کرتا ہے۔

(۳) حسب ضرورت دوسرے بنکس اور مالیاتی اداروں سے بھی قرض وغیرہ لے سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

بہر حال ان تمام ذرائع کا تعلق سودی کاروبار سے ہے، جو غیر سودی بنکوں کے لیے قطعی طور پر نا قابل قبول ہیں۔ غیر سودی بنک انھیں ذرائع سے زر کی فراہمی کر سکتا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہوگا کہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل کیا گیا زر سود کی لالچ کے بجائے نفع اور نقصان میں حصہ داری کے نام پر ہوگا۔ چناں چہ کچھ مال دار حضرات (جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تواں گر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں نیز مقدمہ بازی، غیر پیداواری اخراجات

پر لگام لگا کر) رقم پس انداز کریں۔ یہ رقم بنک کے شیئر خریدنے اور بنکوں میں بطور امانت (Deposit) رکھنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے اسی طرح غیر سودی بنک دوسرے غیر سودی مالیاتی اداروں اور بنکوں سے زر کا حصول کر سکتا ہے، بہر حال ان حصول زر کی بنیاد سود کی بجائے نفع ونقصان میں حصہ داری پر ہوگی۔

اسی طرح سے غیر سودی بنک نفع ونقصان میں حصہ داری کی بنیاد پر تخلیق زر (Credit Creation Function) کی انجام دہی بھی کر سکتی ہے، (غیر سودی بنک کے اس کارگزاری پر گفتگو بہت طوالت طلب ہے، اس عنوان پر پھر کبھی گفتگو کی جائے گی۔

غیر سودی بنک کی غیر بنکاری کارگزاریاں (Non-Banking Functions): اپنے گاہکوں کی درخواست پر بنک یہ خدمات ادا کرتا ہے ان کارگزاریوں کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) بطور گماشتہ/ایجنٹ کارگزاریاں (Agency Functions)

(ب) عمومی افادیتی خدمات (General Utility Services)

(ج) سماجی بنکاری خدمات (Social Banking Services)

آیئے غیر سودی بنکوں کے ان کارگزاریوں کا مختصراً جائزہ لیں:

(الف) **بطور گماشتہ/ایجنٹ کارگزاریاں:** بنک بطور ایجنٹ بھی اپنی خدمات انجام دے سکتا ہے اور ان کے عوض "معاوضہ خدمت" (Service Charge) وصول کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکتا ہے اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

☆ مالیاتی دستاویزات مثلاً چیک، ہنڈی وغیرہ جمع کرنا اور ان کی ادائیگی کرنا اگر سودی لین دین نہیں ہے تو

☆ رقومات کی منتقلی بحوالہ مقام وافراد

☆ اپنے کھاتے داروں کے اکاؤنٹ سے قرض، بجلی کے بل وغیرہ کی ادائیگی

☆ بطور متولی یا ناظم وصیت ناموں کا نفاذ

☆ حصص (Shares) وغیرہ کی خرید وفروخت اور ان پر ملنے والے منافع کو اپنے گاہکوں کی جانب سے وصول یابی،

(ب) **عمومی افادیتی خدمات:** ان اقدامات کے صلے میں بھی معاوضہ خدمت (Service Charge) حاصل کر کے بنک اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکتا ہے۔ مثلاً:

☆ اپنے گاہکوں کے نام پر ذاتی اور تجارتی خط اعتبار (Latter of Credit) بنک جاری کر سکتا ہے تا کہ اس خط کی بنیاد پر گاہک بازار میں روپیوں کے بغیر بھی لین دین کر سکے۔

☆اپنے گاہک کے لیے زرمبادلہ (Foreign Exchange) کی خرید وفروخت بنک کرسکتا ہے۔
☆مناسب اجرت پر گاہک کو "محفوظ تحویل" (Safe Deposite) کی سہولت بہم پہنچا سکتا ہے۔
☆کاروبار میں درکار تجارتی وصنعتی اعداد وشمار اور دیگر معلومات کاروباری شخص کو مہیا کرسکتا ہے۔
☆سفری چیک جاری کرسکتا ہے۔
☆عوامی اداروں کے ذریعہ لیے گئے قرضوں کی واپسی کی تحریری ضمانت بنک دے سکتا ہے، اگر یہ قرض غیر سودی ہو تو۔

(ج) **سماجی بنکاری خدمات**: فی زمانہ سماجی بنکاری خدمات نامی ایک نیا باب بنک کی کارگزاریوں میں شامل ہوگیا ہے۔ بنک کچھ خدمات ادا کرکے سماج سے اگر منافع کماتا ہے تو سماج کے لیے کچھ ایسی خدمات بھی اسے ادا کرنا چاہیے جو منافع کے بغیر ہو۔ بنک اگرچہ ایک منافع کمانے کے مقصد سے قائم کیا گیا ایک کاروباری ادارہ ہے لیکن آج اس سے یہ توقع بھی رکھی جارہی ہے کہ منافع کے بغیر بھی یہ ادارہ سماج کو کچھ خدمات دے۔ ان خدمات کا کوئی عوض جدید بنکوں کو نہیں ملتا اس کے برعکس کچھ نہ کچھ اخراجات کا بوجھ بنک کے خزانے پر ضرور پڑتا ہے چناں چہ بادل نخواستہ جدید بنکوں کو اس کام کا بوجھ ڈھونا پڑتا ہے۔

اسلامی اصولوں پر اگر غیر سودی بنک اس کام کی انجام دہی کرے تو یہ کام اسے بوجھ نہیں معلوم ہوگا بلکہ اس کے کارندوں کے لیے اطمینان قلب کا سبب بنے گا نیز بنک کے خزانے پر بھی کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔

صاحب نصاب افراد پر اسلام نے زکوٰۃ فرض قرار دیا ہے، اسلام صدقات وخیرات کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ زکوٰۃ وصدقات وخیرات کی راہ سے اسلام دولت کی مساویانہ تقسیم کے بجائے منصفانہ وعادلانہ تقسیم کو ترجیح دیتا ہے غیر سودی بنک ان مدات میں آئی ہوئی رقومات سے ایک الگ محکمہ قائم کرسکتا ہے اور شریعت کی روشنی میں غریبوں، قلاشوں، یتیموں، بیواؤں، معذوروں، مسافروں، اور دیگر مستحقین کی منظم طور پر مالی اعانت کرسکتا ہے۔

(III) **سرمایہ بازار**: یہ تیسرا اہم بازار ہے جہاں عصری معیشت میں زر اپنا گراں قدر رول ادا کرتا ہے آیئے پہلے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس بازار کے معنی اور ہیئت کا جائزہ لیں۔

سرمایہ بازار یعنی کیا؟ عام فہم الفاظ میں سرمایہ بازار وہ بازار ہے جہاں سرمائے کا لین دین ہوتا ہے اس لین دین میں عیاں خانوں کے ساتھ ساتھ نہاں خانوں میں بھی "زر" (Money) کی کرم فرمائی ہوتی ہے۔ زر بازار (Money Market) کاروبار وضروریات پر صرف کرنے کیلیے اگر قصیر المدتی (Short Term) صرفہ بشکل زر مہیا کرتا ہے تو سرمایہ بازار کاروباری وتجارتی مقاصد

کے لیے کثیر المدتی (Long Term) صرفہ بشکل زر فراہم کرتا ہے۔

Thomas Mayer, J.S.Duesenberry and Robert Z.Aliber اپنی کتاب Money, Banking and The Economy کے دوسرے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۱۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ (ترجمہ) "سرمایہ بازار فاضل (آمدنی) رکھنے والی اکائیوں سے خسارہ (آمدنی) رکھنے والی اکائیوں کی طرف فنڈ کو بڑے پیمانے پر منتقل کرتا ہے۔"

L.R.Ritter and W.L.Silber اپنی کتاب Principles of Money, Banking and Financial Markets کے ساتویں ایڈیشن کے صفحہ ۲۵ پر سرمایہ بازار کے تعلق سے رقم طراز ہیں کہ (ترجمہ) "مالیاتی (سرمایہ) بازار بچت کرکے قرض دینے والوں اور قرض لے کر خرچ کرنے والوں کے درمیان (سرمایہ) ارسال کرنے کی ترکیب ہے۔" انھیں دونوں ماہرین کے مطابق سرمایہ بازار طویل مدتی تحفظات (Long Term Securities) اور زر بازار مختصر مدتی تحفظات (Short Term Securities) کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ سال بھر سے زائد مدت کو طویل مدت سمجھا جاتا ہے۔ اسٹاک مارکیٹ سرمایہ بازار کا نہایت اہم حصہ ہے۔

مشترک سرمایہ کمپنی (Joint Stock Company) اپنے جیسی بہت ساری اکائیوں میں سے ایک ہوتی ہے جو سرمایہ بازار سے حصول سرمائے کے لیے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔

ایک مشترک سرمایہ کمپنی سرمایہ بازار سے کس طرح سرمایہ حاصل کرتی ہے؟

یہ کمپنی سرمایہ بازار میں اپنے حصص (Shares) اور تمسکات (Debentures) فروخت کرکے سرمایہ حاصل کرتی ہے، آیئے اس کے طریقہ کار پر ایک نظر ڈالیں۔

حصص (Shares): مشترک سرمایہ کمپنی حصص فروخت کرکے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ یہ حصص دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول۔ ترجیحی حصص، (Preferencial Shares) دوم۔ عام حصص (Equity Shares)، آیئے ان دونوں حصص کا جائزہ لیں۔

اول۔ ترجیحی حصص: مشترک سرمایہ کمپنی (Joint Stock Company) کے قیام کے لیے کچھ افراد آگے آتے ہیں۔ ابتدائی قانونی اور مالیاتی معاملات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر کمپنی قائم کرتے ہیں۔ یہ حضرات کمپنی کو جو رقم فراہم کرتے ہیں اس کے عوض میں کمپنی کے ترجیحی حصص (Preferencial Shares) کے حق دار ہوجاتے ہیں۔ کمپنی کو نفع ملے یا نقصان، ترجیحی حصص رکھنے والے حضرات مستقبل میں ہر سال ایک متعینہ شرح کے مطابق کمپنی سے منافع حاصل کرتے ہیں اس منافع کو Dividend (منافع میں حصہ) کہا جاتا ہے۔

Dividend منافع میں ایک حصہ ہے لیکن اپنے اصل کے اعتبار سے یہ سود ہی ہے۔

کیوں کہ Dividend کا تعلق کمپنی کو ملنے والے منافع سے ہی ہوتا ہے لیکن کمپنی کے نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کمپنی کو چاہے نفع ملے یا اسے نقصان اٹھانا پڑے ترجیحی حصص رکھنے والوں کو بہر حال ایک متعینہ شرح کے مطابق Dividend ضرور ملتا ہے۔ سچ پوچھو تو شریعت کی روشنی میں Dividend کا لبادہ اوڑھے ہوئے یہ سود (Interest) ہی ہے۔

ترجیحی حصص رکھنے والوں کو Dividend نامی یہ خصوصی فائدہ کمپنی کیوں دیتی ہے؟

اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً

(الف) عام حصص کے فروخت سے پہلے بڑی مقدار میں کچھ حضرات اپنا سرمایہ کمپنی کے سپرد اس وقت کر دینے کا خطرہ (Risk) مول لیتے ہیں جب یہ کمپنی رحم مادر سے نوزائدہ طفل کے درمیانی دور سے گزرنا شروع ہوتی ہے، وجود میں آنے کے بعد بھی یہ نوزائدہ طفل انتہائی نگہداشت کا مستحق ہوتا ہے اور وہ لوگ یہ ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔

(ب) ترجیحی حصص ایک طرح کا ''ترغیبی صلہ'' ہے جو ان حضرات کو ملتا ہے جو کمپنی کو قائم کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں۔ کمپنی کے قیام کے تعلق سے تمام ابتدائی کارروائیاں کرنا، قانونی معاملات کی تکمیل کرنا، کمپنی کے لیے دیگر مالیاتی اداروں کے سامنے فضا سازگار کرنا، کمپنی کے لیے عوام میں اعتبار اور خیر خواہی (Goodwill) پیدا کرنا، ایسے کئی اہم امور کی انجام دہی کی ذمہ داری کاروباری دنیا میں مالی منفعت کے بغیر متصور نہیں۔ چناں چہ نئی کمپنی کے قیام کے لیے لوگ آگے آئیں اس لیے ترجیحی حصص کے نام سے یہ ''ترغیبی صلہ'' (Inducement Gift) ان حضرات کو میسر ہوتا ہے۔

اسے کوئی بھی نام دیا جائے ترغیبی صلے کے نام پر ملنے والا یہ منافع شریعت کی نظر میں بہر حال ''سود'' ہے۔ کیوں کہ کمپنی کے نفع اور نقصان کے ساتھ یہ تغیر پذیر نہیں ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر کمپنی کا نفع بڑھتا ہے تو اسی تناسب سے ان کا Dividend بڑھے اور اگر کمپنی نقصان اٹھاتی ہے تو مضاربت/مشارکت کے اصول کے مطابق جس کا جتنا زیادہ سرمایہ، تناسب کے اعتبار سے نقصان میں اس کا اتنا ہی زیادہ حصہ ہو۔ یہاں فقہائے عظام سے میں ایک رہنمائی کا خواستگار ہوں۔ کیا شریعت میں ایسی کوئی گنجائش ہے کہ کمپنی کے قیام کے لیے پہل کرنے والوں کو (جنھیں آج ترغیبی صلہ مل رہا ہے) کوئی ایسا ترغیبی صلہ دیا جا سکتا ہے جو سود نہ ہو؟ میرا قیاس ہے کہ شریعت میں ایسی کچھ راہیں نکالی جا سکتی ہیں مثلاً کمپنی کو نفع ملنے کی صورت میں خصوصی مراعات، خصوصی نذرانے، خصوصی انعامات جیسی خصوصی نوازشات وغیرہ۔ اس سال یہ خصوصی نوازش موقوف قرار دی جائے جس سال کمپنی نقصان

سے دوچار ہوتی ہے۔ ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

دوم- عام حصص (Equity Shares): کمپنی سرمایہ بازار (Stock Exchange Market) میں اپنے حصص فروخت کرتی ہے۔ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ ایک حصہ (Share) کی قیمت کم سے کم رکھی جاتی ہے تا کہ کوئی بھی اسے خرید سکے۔ کبھی کبھی کمپنی براہ راست سرمایہ بازار میں اپنے حصص فروخت کرتی ہے اور کبھی اسٹاک بروکرس/ایجنٹس کے ذریعے فروخت کرواتی ہے۔ حصہ (Shares) خریدنے کے بعد خریدار کمپنی کا حصے دار (Shareholder) بن جاتا ہے اور اتنی رقم کمپنی میں کاروبار کرنے کے لیے جمع ہو جاتی ہے۔ اسٹاک بروکر کے پاس برائے فروخت رکھے ہوئے حصص میں سے کچھ مالیت کے حصص اگر غیر فروخت شدہ رہ جاتے ہیں تو وہ اتنا سرمایہ کمپنی کو فراہم کر دیتا ہے اور مستقبل میں ان حصص کو فروخت کرتا رہتا ہے۔ بہر حال کمپنی سے جاری کیے گئے حصص کسی بھی صورت میں کمپنی واپس نہیں خریدتی سوائے اس کے کہ کمپنی کا دیوالیہ پٹ جائے۔

ایک حصے دار (Shareholder) جب تک چاہے حصص اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور سالانہ Dividend (منافع میں حصہ) حاصل کر سکتا ہے اور جب چاہے بازار قیمت پر اپنے حصص فروخت کر کے اپنا سرمایہ بازار سے نکال سکتا ہے،

اس بات کا احتمال ہے کہ کمپنی کسی سودی کاروبار میں ملوث ہو جائے (مثلاً کسی بنک یا انشورنس کمپنی سے اپنا اثاثہ بیمہ (Underwrite) کروائے) تو ایسی کمپنی کے حصص خریدنے کا مطلب ہے سودی کاروبار میں مدد کرنا، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے ان کمپنیوں کے حصص نہیں خریدے جا سکتے۔ بصورت دیگر حصص خریدنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی کمپنی سودی کاروبار کے کانٹوں سے اپنا دامن فی زمانہ بچا سکتی ہے؟ یہ ایک امر محال محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن بھی نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے رسالے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تواں گر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں۔'' اسی تجویز سے حوصلہ پا کر یہ مشورہ دینے کی یہ ناچیز جسارت کر رہا ہے کہ مسلمان مشترک سرمایہ کمپنی (Joint Stock Company) قائم کرنے کی انھیں خطوط پر کوشش کریں جن خطوط پر اعلیٰ حضرت نے بنک کھولنے کا مشورہ دیا ہے۔

۱۹ جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ ممبئی سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت اردو اخبار روزنامہ انقلاب کے صفحہ ۳ پر شائع ایک [illegible] علم معاشیات کے مجھ جیسے طالب علم کی توجہ کو اپنی جانب کھینچ لیتی

ہے۔ یہاں مفتیان وفقہائے کرام کی شرعی رہنمائی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ خبر یہ ہے کہ پی۔ڈبلیو۔ایم (.Pragmatic Wealth Management Pvt.Ltd) نامی ادارے کی تحریک پر چند علمائے ہند نے (اپنے دعوے کے مطابق) شریعت کی روشنی میں سرمایہ کاری کے میدان میں کچھ اصول بنائے ہیں۔ ان کے مطابق "یہ بات محسوس کی گئی کہ اسٹاک ایکسچینج کی موجودہ صورت حال میں بعض شرعی قباحتیں شامل ہوگئی ہیں لیکن چوں کہ شیئرز کی خرید وفروخت بنیادی طور پر شرکت کی ایک جدید شکل ہے اور شرکت کو شریعت اسلامی نے نا صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ نیز موجودہ بنکنگ نظام اور انشورنس نظام کے مقابلے شیئرز کی خرید وفروخت شرعی اصولوں سے قریب تر ہے۔ اس لیے بعض امور کی رعایت کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر چہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان معیار کی رعایت کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت مکمل طور پر شریعت کے دائرے میں آجاتی ہے۔ لیکن چوں کہ سرمایہ کاری کی مروجہ دوسری صورتوں کے مقابلے یہ صورت نسبتاً بہتر ہے اور اس میں کم مفاسد پائے جاتے ہیں۔ نیز مسلمان اس وقت خود اپنا نظام قائم کرنے کے موقف میں نہیں ہیں بلکہ وہ مروجہ نظام کا حصہ بننے پر ایک حد تک مجبور ہیں اس لیے موجودہ حالت میں مخصوص شرائط کے ساتھ انھیں قبول کرتے ہوئے عزم بھی رکھنا چاہیے اور کوشش بھی کرنی چاہیے کہ ہم مستقبل میں تمام شرعی مفاسد سے پاک مالیاتی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ذیل میں وہ ضوابط ومعیار درج کیے جارہے ہیں۔

(۱) جس کمپنی کا شیئر خرید اجارہا ہو اس کا بنیادی کاروبار حلال ہو۔

(۲) اگر اس کمپنی نے سودی قرض لے رکھا ہو تو وہ بارہ مہینوں کے اور مارکیٹ کیپٹلائزیشن کا ۳۳ رفی صد سے زائد نہ ہو۔

(۳) شیئر خریدتے وقت کمپنی کا نقد (سیال) اثاثہ بارہ مہینوں کے اوسط مارکیٹ کیپٹلائزیشن کا ۳۳ رفی صد سے زائد نہ ہو۔

(۴) کمپنی کا دَین اگر واجب الوصول ہے تو وہ بھی بارہ مہینوں کے اوسط مارکیٹ کیپٹلائزیشن کے ۳۳ رفی صد سے زائد نہ ہو۔

(۵) اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن جزوی طور پر سود لینے یا اور کسی حرام کام میں ملوث ہو تو حاصل ہونے والی مجموعی آمدنی میں ان حرام ذرائع سے حاصل شدہ رقم پانچ فی صد سے زائد نہ ہو۔"

اپنے تبصرے میں ریٹائرڈ ڈائرکٹر آر بی آئے جناب محمد یعقوب خان نے کہا کہ مسلمانوں کے لیے یہ ایک بہترین موقع ہے۔

انقلاب کے حوالے سے یہ خبر اس مقالے میں مَیں نے اس لیے شامل کی ہے کہ ہمارے علمائے کرام، مفتیان عظام اس بات کا مشاہدہ کریں کہ درج بالا پانچ تجاویز شریعت کے کس درجے میں

قابل قبول ہیں۔ یا ان تجاویز سے بہتر کوئی اور حل ملت کی رہ نمائی کے لیے کیا پیش کیا جاسکتا ہے؟

تمسکات (Debentures): سرمایہ بازار میں سرمائے کی فراہمی کا تیسرا اہم ذریعہ تمسکات کی فروخت ہے۔ مشترک سرمایہ کمپنی: بازار سے قرض حاصل کرنا چاہتی ہے تو تمسکات نامی دستاویز بازار میں فروخت کرتی ہے اس کے ذریعے کمپنی قلیل مدتی قرضے حاصل کرتی ہے۔ عموماً کمرشیل بنکس، بیمہ کمپنیاں، افراد اور دیگر مالیاتی ادارے تمسکات خریدتے ہیں۔ اور جب یہ تمسکات پختہ (Mature) ہوجاتے ہیں یعنی اپنی مدت (مثلاً سال بھر) کو پہنچ جاتے ہیں تو کمپنی اپنے تمسکات سود کی ادائیگی کے ساتھ واپس خرید کر قرض کے بوجھ سے سبک دوش ہوجاتی ہے۔ چناں چہ یہ سراسر سودی کاروبار ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

ایک اور بات! تمسکات خریدتے والے افراد یا ادارے تمسکات کی پختگی (Maturity) سے قبل بھی تمسکات کمپنی کو لوٹا کر قرض کے طور پر دی گئی اپنی رقم واپس لے سکتے ہیں۔ اس صورت میں تمسکات خریدنے والوں کو سود کم ملے گا۔ چناں چہ یہ بھی سودی کاروبار ہے جس کی اجازت شریعت نہیں دیتی۔

کبھی کبھی کمپنی ایسے تمسکات بھی فروخت کرتی ہے (جس میں شرح سود کم ہوسکتا ہے) جس کی پختگی پر یہی تمسکات حصص میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ یہ دوسری قسم کے تمسکات پہلی قسم کے تمسکات کے مقابلے میں کم شرح سود پر یا کبھی کبھی بغیر کسی شرح سود کے سرمایہ بازار میں قابل فروخت ہوتے ہیں میری ناقص رائے میں ایسے تمسکات جن پر کوئی شرح سود نہیں ہوتا اور جن کی پختگی پر یہ تمسکات حصص میں متبدل ہوجاتے ہیں شرعی طور ان میں سرمایہ کاری کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ علمائے کرام اس معاملے میں رہنمائی فرمائیں۔

اب تک ہم نے ترجیحی حصص، عام حصص، اور تمسکات کے ذریعہ سرمایہ بازار میں سرمایہ کاری کے امکانات سود کے حوالے سے زیر بحث رکھا ہے لیکن اور کچھ عوامل ہیں جو اس میدان خارزار میں دامن گیر ہوتے ہیں تھوڑی سی گفتگو ان پر بھی کرلی جائے۔

سرمایہ بازار میں سرمایہ کاری پر سود کے علاوہ اثر انداز ہونے والے عوامل: سرمایہ بازار میں سرمایہ کاری کرنے سے پہلے جہاں ہم سود سے بچنے کی فکر کرتے ہیں وہیں کچھ اور عوامل بھی ہیں جن کا بہت دھیان رکھنا ہوگا، مثلاً (۱) شریعت نے جن چیزوں کی پیداوار یا تجارت وغیرہ حرام وناپسندیدہ قرار دیا ہے مشترک سرمایہ کمپنی ایسا کاروبار تو نہیں کر رہی ہے مثلاً شراب و دیگر نشہ آور اشیا کی خرید وفروخت (۲) مشترک سرمایہ کمپنی کوئی ایسا کاروبار تو نہیں کر رہی ہے جس کے تانے بانے وطن دشمنی سے جڑے ہوئے ہیں۔

(۳) کمپنی ایسے کاروبار میں تو نہیں لگی ہے جو غیر قانونی ہو مثلاً کالا بازاری، سٹہ بازاری، اسمگلنگ، اشیا کی ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، ٹیکس چوری، کھلے گھوٹالے وغیرہ۔

(۴) انسانیت دشمن سرگرمیاں، دھوکا دہی، رشوت ستانی وغیرہ۔

شرعی احکام کی روشنی میں اس فہرست کو مزید بڑھایا جا سکتا ہے۔

اہم نوٹ: سرمایہ بازار کے تعلق سے اکثر مقامات پر صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور جناب مفتی نظام الدین رضوی کی مایۂ ناز کتاب ''کمپنی کا نظام کار اور اس کی شرعی حیثیت'' سے ناچیز نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب کو مکتبۂ برہان ملت مبارک پور اعظم گڑھ نے شائع کیا ہے۔ میری رائے میں اپنے معیار و مواد کے اعتبار سے یہ نہایت ہی گراں قدر کتاب ہے۔ اس مضمون میں اس کتاب کے حوالے اتنے زیادہ ہیں کہ ان حوالہ جات کا اندراج کرنے کے بجائے ساری کتاب کے پڑھنے کی سفارش کی جا سکتی ہے۔

اختتامیہ: اپنے اس مقالے کا اختتام عزیزم مولانا محمد صادق رضا مصباحی کے ان کلمات پر ختم کرنا چاہتا ہوں جو اپنی معنوی گہرائی اور گیرائی کے اعتبار سے مقالہ نگار کے دل کے کسی کونے میں تپ رہے ہیں اور سسک رہے ہیں ان کے یہ کلمات شاید آپ کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیں:

''پس ماندگی اور خستہ حالی مسلمانوں کو جہاں جہاں تک لے گئی امام احمد رضا کی تصوراتی آنکھوں نے وہاں تک اس کا تعاقب کیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات کے لیے ایسا فکری نظام بتایا جو در اصل اہل سنت کی ترقی کا آئینہ خانہ ہے۔ لیکن افسوس آج اس سے شدید بے اعتنائی ہے۔ ان کے نام اور خدمات پر تو اہل سنت جان چھڑک رہے ہیں اور ان کی شخصیت کی سحر طرازی میں وہ اس طرح گم ہیں کہ ان کے افکار و تعلیمات کی انگلی ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے نام پر دیوانہ وار ٹوٹے پڑ رہے ہیں لیکن یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں کہ آخر مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟......''

''امام احمد رضا قدس سرہٗ سے سچی محبت کا اظہار تو یوں تھا کہ ان کے فکری پہلوؤں پر بھی سنجیدگی سے عمل کیا جاتا......''

(ماخوذ: امام احمد رضا کا فکری نظام اور ہماری بے اعتنائی، از مولانا محمد صادق رضا مصباحی، سہ ماہی افکار رضا ممبئی، ۵۰واں خصوصی شمارہ، صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

☆☆☆

حوالۂ حدیث اور ہماری بے احتیاطیاں

..............................محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہم عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا دور ہو رہے ہیں اتنا ہی قیامت سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہی بُعد و قُرب و متضاد صفت ہر محقق سے مطالبہ کرتی ہے کہ ان کی کوئی تحریر، تقریر حوالہ کے خط مستدیر سے باہر نہ ہو، اور اب یہ مطالبہ خلاف ضابطہ بھی نہیں کہ کل تک اس کا پورا کرنا جتنا مشکل تھا آج اتنا ہی آسان ہو چکا ہے، کل تک جس ماخذ کی تلاش و جستجو میں مہینوں عرق ریزی کی ضرورت پڑتی تھی آج ایک لمحہ کی معمولی توجہ سے مطلوب تک بہ آسانی رسائی ہو جاتی ہے اور دیکھتے دیکھتے اپنے موقف کا پورا چمن حوالوں سے لہلہا اٹھتا ہے۔ جدید ایجادات خصوصاً کمپیوٹر کی کرم فرمائی کا یہ حال ہے کہ وہ ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے حوالے کو پلک جھپکنے سے پہلے ہی ایک آن میں قارئین کے سامنے پیش کر دیتا ہے جس سے محققین کو تحقیق و تدقیق کی قندیلیں روشن کرنے میں کافی مدد ملتی ہے جبکہ علم و فضل کا ایک بڑا طبقہ بلکہ اکثریت آج بھی اوراق گردانی کے بغیر اپنی تلاش و جستجو کو ناقص تصور کرتے ہیں۔ ترقی کے اس بڑھتے ہوئے حقائق اور رجحانات کے باوجود کیا کتب بینی، کتب فروشی اور اس کی اہمیت و افادیت میں کچھ نقصان ہوا ہے؟ تو شاید ایک انصاف پسند محرر کا جواب یہی ہوگا کہ کمپیوٹر سے ضرورت کا پورا ہونا تو مسلم ہے۔ رہی بات دینی کتابوں کی اہمیت کی، تو اہل علم آج بھی اصل کتاب ہی سے مراجعت کو ترجیح دیتے ہیں۔

جدید ایجادات کی سطح پر حوالہ جاتی دنیا کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو یہ واشگاف ہوتا ہے کہ کمپیوٹر کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ وہ ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے مراجع کو اپنے دامن میں سمیٹ کر کم سے کم وقتوں میں قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے جس سے نہ صرف مختصر وقت میں معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوتا ہے بلکہ شب زندگی اور صبح حیات کی قوت و

توانائی اوراق گردانی کی مشقتوں سے محفوظ رہتی ہے۔
دوسرا پہلو یہ ہے کہ مطلوب کا ایک جز بھی اگر کسی صفحہ کی زینت بنی ہے تو کمپیوٹر اس کو بھی پیش کرنے میں مکمل اپنی دیانتداری کا ثبوت پیش کرتا ہے اور بسا اوقات محقق عبارت پر نظر ڈالے بغیر محض حوالہ پر اکتفا کرتے ہوئے اپنی تحقیق پر مہر سند لگا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قاری کے پاس اگر مذکورہ حوالوں میں سے کوئی ایک کتاب بھی ہوتی ہے تو اس کتاب کے صفحات پر اپنی مطلوبہ عبارت کی تلاش میں پسینہ بہانے لگتے ہیں۔ اخیر میں بے مرام اپنے موقف کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ شاید اسی بے احتیاطی کا شکار وہ حدیث ہوگئی جو بدمذہبوں سے مجالست' مواکلات' مناکحت' مشاربت کی ممانعت پر نقل کی جاتی ہے۔ فقیر نے حسب معلومات اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ تخریج شدہ حدیث نظر قارئین ہے:
وہ چند حدیثوں کا مجموعہ جو عموماً بطور استدلال ایک حدیث سمجھ کر نقل کی جاتی ہے وہ یہ ہے:

عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال' قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اختارنى واختارلى اصحابا واصهارا' وسياتى قوم يسبونهم وينقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تنا كحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلو معهم

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب واقربا چن لیے اور عنقریب ایک قوم آئے گی جو انہیں برا کہے گی اور ان کی کمی بیان کرے گی۔ تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو' نہ کھاؤ' نہ شادی بیاہ کرو' نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو' اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی جاتی ہے:

عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال' قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم سياتى قوم لهم نبز' يقال لهم الرفضة يطعنون السلف ولا يشهدون جمعة ولا جماعة' فلا تجالسوهم ولا تواكلوهم' ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم' واذا مرضوا فلا تعودوهم واذاماتوا' فلا تشدوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب برے لقب والی ایک قوم آئے گی۔ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اسلاف عظام پر طعن و تشنیع کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ ان کے پاس نہ بیٹھنا' نہ کھانا' نہ پینا' نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا' بیمار پڑیں تو ان کی عیادت کو نہ جانا' مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہونا' اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔
بعض علمائے کرام نے ان الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے:

اياكم واياهم فلا تجالسوهم' ولا تواكلوهم' ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم' واذا مرضوا فلا تعودوهم واذا ماتوا فلا تشهدوهم' ولا تصلوا عليهم' ولاتصلوا معهم

ترجمہ: تم ان سے دور رہو' اور ان کو بھی دور رکھو' نہ ان کے پاس بیٹھو' نہ کھاؤ' نہ پیو' نہ ان سے شادی بیاہ کرو' بیمار پڑیں تو نہ ان کی عیادت کو جاؤ' مرجائیں تو نہ ان کے جنازے میں شریک ہو اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو۔
سردست ہمارے پاس حدیث کی جو کتابیں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث کے الفاظ یا تو دوسری متعدد حدیثوں سے ماخوذ ہیں اور یہ بجائے خود غلط ہے کہ اس سے متعدد حدیثوں کو' اور متعدد درجوں کی حدیثوں کو ایک بنانا لازم آتا ہے اور اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں کہ احادیث درجے اور مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوا

کرتی ہیں۔

اوریا تو مذکورہ حدیث روایت بالمعنی ہے۔اوراس کے جواز وعدم جواز اور قبولیت وعدم قبولیت میں محدثین کا اختلاف ہے۔مانعین اور مجوزین کے جونظریات ہیں وہ یقیناً حسن نیت ہی پر محمول ہیں مگراس بات سے کسی کوانکارنہیں کہ روایت بالمعنی کے مجوزین بھی روایت باالالفاظ ہی کواولیٰ قرار دیتے ہیں۔

اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کا حد درجہ احتیاط ہی واحد سبب تھا کہ ان کے مرویات کی تعداد کم ہے ورنہ توان سے زیادہ یہ شرف کسی کوحاصل نہ ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اگرکوئی راوی حدیث بیان کرتا تواس پرگواہ طلب کرتے' اوراگرخود حدیث بیان کرتے اور الفاظ میں کسی قسم کا تردد ہوتا تو او کما قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔

اورآج ہماری بے احتیاطی کاعالم یہ ہے کہ حدیث کاایک کلمہ بھی اگر دوسری حدیث کی کتابوں میں موجود ہے تو پوری حدیث اس کتاب کے حوالہ سے لکھنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں کرتے۔

تخریج حدیث:ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔

حدیث کے مذکورہ الفاظ مسلم شریف سے ماخوذ ہیں اور پوری حدیث اس طرح مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولایفتنونکم

(مسلم شریف' ج ۱ ص ۱۰' ح ۷' باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا)

فایاکم ۔ ایاکم ۔ مسلم شریف میں ایک دوسری جگہ بھی ہے پوری حدیث اس طرح مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ

وسلم کل ھٰولاء بمثل حدیث الزھری ۔ غیر ان العلاء وصفوان بن سلیم لیس فی حدیثھما یرفع الناس الیہ فیھا ابصارھم وفی حدیث ھمام ۔ یرفع الیہ المومنون اعینھم فیھا وھو حین ینتھبھا مومن وزاد ولا یغل احدکم حین یغل وھو مومن فایاکم ایاکم ۔ (ج ۱ ص ۳۱ ح ۱۰۳ باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی)

ایاکم : یہ لفظ ایک دوسری حدیث میں بھی ہے جس کو امام حافظ ابونعیم نے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

قال سمعت میمون بن مھران یقول ایاکم و کل ھوی یسمی بغیر الاسلام' (حلیۃ الاولیا' ج ۴' ص ۹۵ مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۷ھ)

فایاکم ۔ وایاھم: یہ الفاظ ایک دوسری حدیث سے بھی ماخوذ ہیں۔پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی اخر الزمان ناس من امتی یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم

(صحیح ابن حبان ۱۸۰۳' حدیث ۶۷۶۶' مطبع دارالمعرفۃ بیروت)

لاتجالسوا: حدیث کا یہ جملہ مسند امام احمد بن حنبل سے ماخوذ ہے۔امام احمد بن حنبل نے پوری حدیث اس طرح سے روایت کی ہے:

حدثنا ابو عبدالرحمن حدثنا سعید بن ابی ایوب حدثنی عطاء بن دینار عن حکیم بن شریك الھذلی عن یحییٰ بن میمون الحضرمی عن ربیعۃ الجرشی عن ابی ھریرۃ عن عمر بن الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم

(مسند الامام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۳۳' رقم الحدیث ۲۰۶' موسسۃ الرسالہ ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث کوامام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نے مستدرک ج ۱، ص ۹۲ حدیث نمبر ۲۸۷ مطبع دار الکتاب بیروت میں امام ابو حاتم محمد بن حبان خرسانی نے صحیح ابن حبان کتاب العلم ص ۱۳۵، ح ۷۹ مطبع دار المعرفت میں/ امام ابویعلی نے مسند ابی یعلی ص ۸۵ حدیث ۲۴۵ مطبع دار المعرفۃ بیروت میں اور امام بیہقی نے شرح السنہ ج ۱۵ ص ۲۸۱ حدیث ۲۱۴۷۳ مطبع المکتب الاسلامی بیروت میں روایت کیا ہے۔

لاتواکلوھم ولا تناکحوھم: یہ الفاظ حدیث کی کتابوں میں بعینہٖ نہیں مل سکے۔ البتہ اسکے ہم معنی الفاظ ایک دوسری حدیث میں ضرور ہیں جس کوامام طحاوی نے مشکل الآ ثار میں بیان فرمایا ہے۔ پوری حدیث اس طرح مروی ہے:

عن الحسن بن محمد بن الحنفیة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی مجوس البحرین یدعوھم الی الاسلام فمن اسلم منھم قبل منہ ومن ابی ضربت علیہ الجزیة ولا توکل لھم ذبیحة ولا تنکح لھم امراۃ (بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المجوس مشکل الآ ثار ج ۴، ص ۴۵۰ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد)

ان مرضوافلا تعودھم، وان ماتوا فلا تشھدوھم:
مذکورہ الفاظ مسند امام احمد بن حنبل سے ماخوذ ہیں۔
پوری حدیث اس طرح مروی ہے:

حدثنا، انس بن عیاض، حدثنا عمر بن عبداللہ مولی غفرۃ عن عبداللہ بن عمر، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال ـ لکل امة مجوس و مجوس امتی الذین یقولون، لاقدر، ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم

(مسند امام احمد بن حنبل ۹، ص ۴۱۵ حدیث ۵۵۸۴ موسسۃ الرسالہ ۱۴۱۹ھ)

امام ابن ماجہ سے اس طرح مروی ہے:

عن جابر بن عبداللہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

مجوس ھذہ الامة المکذبون باقدار اللہ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم

(ابن ماجہ باب فی القدر رقم الحدیث ۹۴)

امام بیہقی نے یہ حدیث اسطرح روایت کی:

لاتصافحوھم ولا تبدؤھم بالسلام ولا تعودوا مرضاھم ولا تصلوا علیھم (السنن الکبریٰ ۱۵/۱۳۹ دارالفکر بیروت)

امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کی:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القدریة مجوس ھذہ الامہ ان مرضوافلا تعودوھم وان ماتو فلا تشھدوھم (ابوداؤد ۴۶۴۴)

امام داؤد کی دوسری روایت اس طرح ہے:

قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل امة مجوس و مجوس ھذہ الامة الذین یقولون لا قدر من مات منھم فلا تشھدوا جنازتہ ومن مرض منھم فلا تعودوھم وھم شیعة الدجال، وحق علی اللہ ان یلحقھم بالدجال (ایضًا)

امام حاکم نے اس طرح روایت کی:

القدریة مجوس ھذہ الامة، ان مرضوافلا تعودوھم، وان ماتوا فلا تشدوھم (المستدرک، ۹۴، ح ۴۸۶)

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کواس طرح بیان فرمایا ہے:

قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریة مجوس ھذہ الامة مرضوا فلا تعودھم وان ماتوا فلا تشھدوھم

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی کی بارگاہ میں ایک عالم دین نے بحیثیت مستفتی مذکورہ بالا

حدیث کا ذکر بطور چند حدیثوں کے کیا۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا بلکہ سائل کے بارے میں لکھتے ہیں: ''فاضل سائل بلکہ مجیب سلمہ القریب المجیب کا یہ سوال خود ہی جواب وحق صواب ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ حدیث کی صراحت درج ذیل ہے۔

حدیث فی صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم وایاھم ولایضلونکم ولایفتنونکم

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے الگ رہو انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

ولا بی داؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم

ابوداؤد کی حدیث میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ' مر جائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔

زادابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم

ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ اس قدر اور بڑھایا جب انہیں ملو تو سلام نہ کرو۔

وعندالعقیلی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم

عقیلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس نہ بیٹھو' ساتھ پانی نہ پیو۔ ساتھ کھانا نہ کھاؤ' شادی بیاہ نہ کرو۔

زاد ابن حبان عنہ لاتصلوا علیھم ولا تصلوا معھم

ابن حبان نے انہیں کی روایت سے زاید کیا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو

(فتاویٰ رضویہ ج ۶' ص ۱۰۳ مطبع رضا اکیڈمی بمبئی)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حدیث مبارکہ' صحیح پڑھنے' سمجھنے' لکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کہنے پر مخالفین کے شبہات کا جواب

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی

تعصب اور جہالت آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ مسلمانوں میں حکومتوں کے سربراہوں کو امام کہتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھانے والوں کو بھی امام کہتے ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

الامامة هی صغریٰ و کبریٰ فالکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الانام و شرطه کونه مسلما حراذکراعاقلاً بالغا قادراقریشا والصغریٰ ارتباط صلاة الموتم بالامام بشروط (ملخصا)

امامت کی دو قسمیں ہیں صغریٰ و کبریٰ۔ امامت کبریٰ اس کے لیے جو مخلوق پر تصرف عام کا حق رکھے۔ اس کی شرط امام کا مسلمان آزاد مذکر عاقل بالغ اور قریشی ہونا ہے اور امامت صغریٰ کے معنی مصلیوں کی نماز کا امام کی نماز سے تعلق قائم کرنا اور اس امام کے لیے متعدد شرائط ہیں اسی طرح اہل بیت اطہار کے بارہ بزرگوں کو امام کہا جاتا ہے جس میں سب سے پہلے حضرت علی ہیں اور بارھویں امام مہدی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ خلاصہ تحفہ اثنا عشریہ عربی صفحہ ۱۹۳ میں ہے۔

"وایضا ان ائمة المتاخرین کالسجاد والباقر و الصادق والکاظم والرضاء رضی اللہ تعالیٰ عنهم کانوا قدوة لاهل السنة واسوة لهم"

اہل بیت کے بعد والے امام جیسے امام زین العابدین امام محمد باقر امام جعفر صادق امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا رضی اللہ عنہم اہلسنّت کے بھی پیشوا اور ان کے لیے نمونۂ علم تھے۔

دیکھئے کس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور محمود شکری آلوسی نے ائمہ اہل بیت کو امام گردانا اور ان کو اہل سنت و جماعت کا قدوہ اور قائد مانا اور ان کے لیے رضی اللہ عنہم کا استعمال کیا۔ یہ حضرات بھی تو مشہور چار ائمہ مجتہدین کے علاوہ ہی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ صرف ان چاروں کو ہی امام کہنا چاہئے تو یہ آپ کا خیال خام ہے۔

حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے بارہ اماموں کے بارے میں سوال ہوا۔ آپ فرماتے ہیں: امامت سے مراد اگر مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہ ان کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ عبدالملک اور عبدالرب جن کو امامین کہتے ہیں تو بلاشبہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے اور امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ وہ امامت کسی غیر نبی کے لیے نہیں مانی جا سکتی۔ اسی کو فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اور اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ غیر نبی کی امامت اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ تک ہے جسے فرمایا: وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (فتاویٰ رضویہ نہم صفحہ ۱۲۱) اس اقتباس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(الف) قرآن عظیم میں انبیاء پر بھی لفظ امام کا اطلاق ہوا۔ اس معنی میں کسی غیر نبی کو امام نہیں کہا جا سکتا۔

(ب) صوفیائے کرام کے نزدیک غوث کے وزیروں کو امام کہتے ہیں یہ بھی تصوف کے ایک خاص عہدے اور مقام کا نام ہے جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(ج) قرآن عظیم میں ان دونوں طبقوں کے علاوہ پر بھی لفظ امام کا اطلاق ہوا ہے جن کا ذکر سورہ روم کی آیت مبارک میں ہے اور اس سے مراد اولی الامر ہوتے ہیں۔ اولی الامر بادشاہ اسلام کو کہتے ہیں جس کے لیے ہم تنویر الابصار سے امامت کبریٰ کی اصطلاح نقل کر

چکے ہیں۔

(د) اور اس زمرہ میں علما اعلام ومقتدیان اہل اسلام امام کہے جاتے ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے ائمہ اربعہ کو تو آپ نے خود ہی ذکر کیا ہے۔ مولوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے صرف علمائے احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر میں ایک کتاب فوائد بہیہ تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کے صرف ڈیڑھ سو صفحات کے سرسری مطالعہ سے ظاہر ہے کہ سوا تین سو علمائے کرام میں ۱۰۵ علمائے کرام کو امام کے لفظ سے خطاب کیا گیا ہے اور ناشرین کتب نے خود مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو امام کے خطاب سے ذکر کیا ہے۔

اس طرح علمائے شوافع، حنابلہ اور مالکیہ سب میں دیکھا جائے اور صرف طبقۂ فقہا سے تلاش کیا جائے تو ہزارہا علمائے کرام کا ذکر ملے گا جن کو دنیا امام وقدوہ کے القاب سے یاد کرتی ہے۔

اب یوں ہی محدثین میں اصحاب صحاح ستہ اور ان کے علاوہ ہزاروں حضرات امام کے نام سے یاد کئے گئے ہیں۔ یوں ہی ائمہ تفسیر میں ائمہ تصوف میں حد ہو گئی مولوی عبدالشکور کاکوروی کے اولاد احفاد اور ان کے معتقدین ان کو امام اہلسنّت لکھتے چھاپتے اور شائع کرتے ہیں چنانچہ مولوی عبدالحلیم فاروقی اور عبدالحی فاروقی نے اپنی ۱۳ صفحہ کی تحریر میں ان کو ۱۴ بار امام اہلسنّت لکھا جن کے بارے میں جوش ملیح آبادی نے اپنی سوانح حیات صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے۔

حکومت نے ایک طرف تو دہلی کے شیعہ مولوی مقبول احمد کو تبرابازی اور دوسری طرف لکھنؤ کے ایک سنی مولوی عبدالشکور کو جھنڈابازی پر مقرر کیا تھا وہ شیعوں کو برابر اکسائے اور یہ سنیوں کو جھنڈا پر ابھارتے اور اس غداری کے صلے میں دونوں گھر بیٹھے وظیفہ کھاتے۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو مناظر حسن گیلانی نے اپنی کتاب سوانح قاسمی میں بار بار سیدنا امام الکبیر کے لقب سے یاد کیا ملاحظہ ہو۔ ان کی کتاب کا صفحہ ۱۳۵ بہر حال یہ اور اسی قسم کے دوسرے قرائن وشواہد کی روشنی میں سیدنا الامام الکبیر قدس سرہ کی ناسوتی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے وہ سب کچھ ہو چکے تھے جن کا تفصیلی معائنہ اس زندگی کی مختلف منزلوں میں

اس دنیا کو کرایا گیا۔"

ان قاسم العلوم صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور اس کو عوام کا خیال بتایا اور پورے ہندوستان کے مسلمانوں کا دل دکھایا مسٹر ابوالکلام آزاد صاحب غبار خاطر کو عرصہ تک امام المسلمین لکھا اور کہا جاتا رہا لیکن ہمارے انصاری صاحب کو کوئی اچنبھا نہیں ہوا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو امام احمد رضا کہتے ہوئے سن لیا تو آپ کے کان کھڑے ہو گئے اور مسئلہ پوچھنے کی ضرورت آپڑی کہ ایسا لکھنا کہاں تک درست ہے سچ کہا حضرت شیخ سعدی نے

هنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است
گل است سعدی و درچشم دشمناں خاراست

اعلیٰ حضرت یہ کلمہ دو لفظوں سے بنا ہے "اعلیٰ" اور "حضرت" اعلیٰ کا مادہ علو جس کے معنی بلند ہونا اس سے اسم تفضیل اعلیٰ بنا جس کا معنی دوسروں کے اعتبار سے بلند ہونے والا یہ لفظ اردو زبان میں مندرجہ ذیل معنی میں استعمال ہوا اعلیٰ عربی، اسلم مذکر، بہت بلند، بڑا، اونچا، بلند مرتبہ، فرہنگ آصفیہ جلد اول صفحہ ۱۸۷ اور یہی لفظ جب حاکم کے ساتھ ملتا ہے تو حاکم اعلیٰ معنی فرمان روا، بادشاہ، راجہ ہوتے ہیں اور لفظ حضرت بھی عربی الاصل ہے جس کے اصل معنی حاضر ہونا نزدیکی اور درگاہ کے ہیں اور دوسرے معنی حضور جناب اور قبلہ ہیں۔ کتاب مذکور صفحہ ۱۲۶ یہ ایک تعظیم وعزت کا لقب ہے جو بادشاہوں اور بزرگوں کی نسبت بولا جاتا ہے (کتاب مذکور) تو اس لفظ کے ترکیبی معنی ہوئے بلند مرتبہ بزرگ یا بادشاہ اور اردو میں دونوں لفظوں کا مجموعہ اسم لقب ہوا جو اہل زبان کے نزدیک بزرگوں اور بادشاہوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ منجد میں لفظ حضرت کے سلسلہ میں ہے "یطلق الحضرة عند اهل الترسل علی کل کبیر یحضر عن الناس کقولهم الحضرة العالیه تامر بکذا" (المنجد، ص ۱۳۹)

مصباح اللغات میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔ حضرت کا اطلاق ہر ایسے بڑے آدمی پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں جیسے الحضرة العالیہ تامر بکذا جناب عالی فلاں کا حکم دیتے ہیں۔ اس مثال سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ لفظ حضرت کے ساتھ لفظ اعلیٰ

کے استعمال کا رواج خود عربی زبان میں بھی ہے۔اس لیے مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ جناب عالی کیا لیکن اردو میں اس کی کوئی پابندی نہیں اس لیے عام طور سے لوگ جناب عالی اور عالی جناب دونوں ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔اب آپ فرہنگ آصفیہ سے عالی جناب کا معنی سنئے۔عالی جناب صفت بلند درگاہ والا' اعلیٰ حضرت (حوالہ مذکورہ بالا)

چنانچہ خود صاحب فرہنگ آصفیہ نے میر عثمان علی خان نواب حیدرآباد کو اپنی کتاب کے مقدمے میں متعدد جگہ اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کیا ہے۔ملاحظہ کیا جلد اول کا صفحہ ۱۲'۱۵'۱۷ تو معلوم ہوا کہ از روئے لغت اردو زبان میں عالی جناب اور اعلیٰ حضرت کے معنی ایک ہی ہیں اور لسانی حیثیت سے اس کا استعمال بادشاہوں اور بزرگوں کے لیے ہوتا ہے۔ مذہبی لوگوں نے دیکھا اس کے معنی میں شرعاً کوئی خرابی نہیں۔آخر عالی جناب تو عام طور سے بولا ہی جاتا ہے اور لفظ اعلیٰ حضرت کے بھی یہی معنی ہیں تو جس طرح بڑوں کو عالی جناب کہہ کر خطاب کرنا یا نام لینا جائز ہے اعلیٰ حضرت کہنا کیوں منع ہوگا اور اس لفظ کو اپنے اپنے بزرگوں کے لیے بھی بولنے لگے۔

چنانچہ دیوبندی مکتب فکر کے لوگوں نے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کو اعلیٰ حضرت کہنا شروع کیا ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید جلد اول ص ۴۶'۴۷ صرف دو صفحوں میں ایک درجن سے زائد مقامات پر ان کو اعلیٰ حضرت لکھا ہے اور اہلسنت و جماعت نے مولانا احمد رضا خاں صاحب اور شیخ المشائخ علی حسین صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہما کو لکھنا شروع کیا۔دیوبند کے اگلے مولوی صاحبان اتنا تو جانتے ہی تھے کہ جس کام کو ہم خود کر رہے ہیں اس کے لیے دوسروں پر اعتراض کیا؟ لیکن آج کل فضلائے دیوبند شاید اپنے بزرگوں کی کتابیں بھی نہیں پڑھتے تب ہی تو یہ بے بنیاد اعتراض اٹھاتے ہیں اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار (جلد پنجم ص ۴۸ پر ہے:

"یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذایجوز عکسه وھوالترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجع"

مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ اور تابعین اور ان کے بعد علماء وعبادت

گزاروں اور نیکوں کے لیے بولا جائے اور اسکا الٹا بھی جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کے لیے اور رضی اللہ عنہ تابعین اور ان کے بعد والوں کے لیے زیادہ راجح یہی مسئلہ ہے۔امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شفا جلد دوم ص ۱۴۸ فرماتے ہیں۔

"یجب تخصیص النبی صلی اللہ علیه وسلم والانبیاء بالصلاة والتسلیم ولایشارك فیه سواھم و یذکر سواھم من الائمه المجتهدین من الصحابة والتابعین وغیرھم من العلماء بالغفران والترضی"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام کو صلاۃ وسلام کے ساتھ یاد کیا جائے۔ دوسروں کو نہیں اور ان کے علاوہ ائمہ مجتہدین صحابہ و تابعین اور دیگر علماء کو غفران اللہ لہ اور رضی اللہ عنہ کہا جائے۔الغرض! کتب مذہب کے رو سے یہ بات صاف ہو جانے کے بعد کہ صحابہ کو تو رضی اللہ عنہ کہا ہی جائے گا ان کے بعد علمائے اسلام ائمہ کرام وصلحائے امت کو بھی رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے بلکہ صحابہ کو بھی غفر اللہ لہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہا جا سکتا ہے۔اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ استعمال ہوا ہے یا نہیں اور اس جائز پر کس کس نے عمل کیا ہے تو ہمارا دعویٰ ہے کہ علوم دینیہ میں جس فن کی کتاب اٹھا لو آپ کو کثرت کے ساتھ غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ملے گا تجربہ کے لیے ہم نے بخاری شریف اٹھایا تو اس کے ٹائٹل پیج پر ہی لکھا ہوا ملا محمد ابن اسماعیل بخاری امیر المومنین فی الحدیث رضی اللہ عنہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہے۔ظاہر ہے کہ یہ تبع تابعی بھی نہیں امام نووی نے شرح مسلم میں امام بخاری و مسلم دونوں حضرات کو رضی اللہ عنہما سے یاد کیا۔ مشکوٰۃ شریف میں صاحب مصابیح فراء بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

تلاش پر سینکڑوں علمائے حدیث کے لیے اس کا استعمال شائع وذائع ملے گا۔تفسیر میں امام طبری اور امام نسفی دونوں کے لیے رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ملے گا اور ڈھونڈا جائے گا تو ایسے ناموں کی لائن لگ جائے گی۔ائمہ فقہ میں ائمہ اربعہ و دیگر مجتہدین کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ درمختار اور دیگر کتب فتاویٰ وغیرہ میں مذکور ہے۔

صوفیائے کرام کے تذکروں میں اس کثرت سے غیر صحابہ بزرگان دین کے لیے رضی

اللہ عنہ ملے گا کہ شمار کرنے والا تھک جائے گا۔ حد یہ کہ آج جو لوگ امام اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے لیے اس لفظ پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اپنے بزرگوں کے لیے بڑے شوق سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں صاحب عقائد علمائے دیوبند صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں چونکہ ہمارے مشائخ رضی اللہ عنہ احیائے سنت میں سعی کرتے ہیں اور بدعت کی آگ چھپانے میں مستعد رہتے ہیں اس لیے شیطانی شکروں کو ان پر غصہ آیا اور خطاب وہابیت کے ساتھ ان کو متہم کیا غور فرمائیے یہ رضی اللہ عنہم وہی لوگ ہیں جن کو جمہور اہل اسلام اہل سنت و جماعت وہابی کہتے ہیں تو وہابیوں کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز اور امام احمد رضا کو رضی اللہ عنہ کہنا ناجائز کیا یہ سارے وہابی صحابی تھے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

صاحب تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا رشید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں ساتھ نہ چھوڑا کیا یہ قصہ نانوتہ اور گنگوہ کے دو مولوی تیرھویں اور چودھویں صدی کے درمیان تھے۔ صحابی ہی تھے کہ ان کو بھی رضی اللہ عنہ سے نوازا گیا ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ آج کل کے یہ مولوی صاحبان اپنے بزرگوں کی کتابیں بھی نہیں پڑھتے اور خواہ مخواہ اہل حق کے منہ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نجاست غلیظہ وخفیفہ کے احکام

.............................از مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ

انسان کے بدن سے جو چیز ایسی نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی، دکھتی آنکھ یا ناف یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے۔ دودھ پیتے لڑکی یا لڑکے کا پیشاب، دودھ پیتے بچے نے دودھ ڈال دیا۔ اگر منہ بھر ہو تو نجاست غلیظہ ہے خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی، (وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے) اگر بغیر ذبح شرعی کے مرجائے یا مجوسی یا بت پرست یا مُرتد اسے ذبح کرے اگرچہ وہ حلال ہو، مردار کہلاتا ہے)

حرام چوپائے مثلاً کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپائے کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری، اونٹ کی مینگیاں اور جو پرند کہ اونچا نہ اڑے اس کی بیٹ جیسے مرغی اور بطخ اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی اور سیندھی، سانپ کا پاخانہ، پیشاب، چھپکلی یا گرگٹ کا خون، ہاتھی کی سونڈ کی رطوبت، شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لعاب، سور کا گوشت، ہڈی، بال اور کھال یہ غلیظ نجاستیں ہیں اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت جن میں بہتا خون ہوتا ہے۔ اگرچہ ذبح کیے گئے ہوں۔ یوں ہی ان کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو، نجاست غلیظہ ہے۔

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے۔ جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا۔ ان کا نیز گھوڑے کا پیشاب اور جس پرند کا گوشت حرام ہے، خواہ شکاری ہو یا نہیں جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، بہری، اس کی بیٹ نجاست خفیفہ ہیں۔

جو پرند حلال اونچے اڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، قاران کی بیٹ، مچھلی اور پانی

کے دیگر جانوروں اور کھٹمل اور مچھر کا خون اور خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک ہے۔ یونہی جو خون زخم سے بہانہ ہویا گوشت، تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا ہے، پاک ہے۔ہاں اگر یہ چیزیں بہتے خون میں سن ہو جائیں، تو ناپاک ہیں۔بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔اُپلے کی راکھ پاک ہے اور اگر راکھ ہونے سے قبل بجھ گیا تو ناپاک۔

متفرق مسائل ضروریہ

۱-ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا اور ہر جانور کے پتے کا وہی حکم ہے جو اس کے پیشاب کا یعنی حرام جانوروں کا پتا نجاست ہے اور حلال کا نجاست خفیفہ۔

۲-نجاست غلیظہ، خفیفہ میں مل جائے، تو کل غلیظ ہے۔

۳-پیشاب یا نجس پانی کی نہایت باریک سوئی کی نوک برابر چھینٹیں بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔اگر چہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں جمع ہو جائیں مگر ان سے بچنا چاہئے۔اسی لیے ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر آئیں، پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

۴-راستہ کی کیچڑ پاک ہے، جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، یونہی سڑک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا۔زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں تو کپڑا نجس نہ ہوا مگر دونوں صورتوں میں کپڑے یا بدن کا دھو لینا ہی بہتر ہے۔

۵-کتا، بدن یا کپڑے سے چھو جائے تو اگر چہ اس کا جسم تر ہو، بدن اور کپڑا پاک ہے۔ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے، یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔

۶-پاخانہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں، کپڑا نجس نہ ہوگا۔

۷-کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی اور کسی جگہ درم کے برابر نہیں مگر مجموعہ درم کے برابر ہے تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی اور زائد ہے تو زائد اور نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی حکم دیا جائے گا۔

۸-اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب یا ایسی ہی کوئی چیز اور ہے تو نماز نہ ہوگی اور جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے تو نماز ہو جائے گی۔

نجاست دور کرنے کا طریقہ

جو چیزیں کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو جائیں، ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں:

۱-پانی اور ہر رقیق بہنے والی چیز سے جس سے نجاست دور ہو جائے، دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں۔مثلاً گلاب اور سرکہ اور چائے مگر بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا ناجائز ہے کہ یہ فضول خرچی ہے۔

مسئلہ: نجاست اگر دلدار ہو (مثلاً پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اسے دور کرنا ضروری ہے اگر چہ ایک بار یا پانچ بار، ہاں اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو تین بار پورا کر لینا مستحب ہے۔اور نجاست دور ہو گئی اس کا اثر رنگ یا بو باقی ہے تو اسے بھی زائل کرنا لازم ہے۔ہاں اگر اس کا اثر بدقت جائے تو اثر دور کرنے کی ضرورت نہیں، تین بار دھو لیا، پاک ہو گیا۔

مسئلہ: اگر نجاست دلدار نہ ہو بلکہ رقیق ہو جیسے پیشاب یا شراب وغیرہ تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے کپڑا پاک ہوگا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے ورنہ کپڑا پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں جیسے چٹائی، قالین، جوتا وغیرہ اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے یونہی دو مرتبہ اور دھوئیں، جب پانی ٹپکنا بند ہو گیا وہ چیز پاک ہو گئی اور جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں، اسے بھی یوں ہی پاک کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا لوہے،

تانبے، پیتل وغیرہ کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھو لینا کافی ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، ہاں ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔

۲- لوہے کی چیزیں جیسے چھری، چاقو، تلوار وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار، یونہی سونے، چاندی، پیتل، گلٹ اور ہر قسم کی دھات کی چیزیں بشرطیکہ نقشی نہ ہوں۔ اگر نجس ہو جائے تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

۳- موزے یا جوتے میں دلدار نجاست اگرچہ وہ تر ہو یا مثل پیشاب کے کوئی پتلی سی نجاست لگی ہو تو کھرچنے یا اس پر مٹی یا راکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے، ہاں اگر پتلی نجاست سوکھ گئی تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

۴- ناپاک زمین یا دیوار یا ایسی ہی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو۔ اگر ہوا یا دھوپ یا آگ سے خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے، تو پاک ہو گئی۔ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اس زمین یا ایسی دیوار سے تیمم نہیں کر سکتے۔

۵- رانگ سیسہ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ان طریقوں کے علاوہ نجس چیزوں کے پاک کرنے کے اور بھی طریقے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

یاددہانی

طہارت کے جو مسائل بیان کیے گئے، ان کا تعلق بدن اور اعضائے جسم کی طہارت و صفائی اور لباس کی پاکیزگی سے ہے۔ طہارت کی اصل پاکیزگی کی جان وہ دل کی طہارت اور روح کی پاکیزگی ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب دل میں مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے محبت ہو کہ آخر رب عزوجل کی ہر نعمت ہمیں انہیں کے طفیل نصیب ہوئی بلکہ ہم نے خداوند قدوس جل وعلا کو انہیں کی بدولت پہچانا اور پایا۔

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہر چیز ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت

میں روز اول سے آج تک۔ آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی، ملتی ہے اور ملے گی۔ دینے والا رب عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی نہ ملی۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
ان کی بخشش ان کا صدقہ
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

اور دل میں ایمان ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبائر نجات پائیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم و مشیت الٰہی بے شمار گناہگاروں، آلودہ روزگاروں، سخت خطاداروں کو بخشوائیں گے۔ اگرچہ لاکھوں کبائر کا ارتکاب کیا ہو بلکہ ان میں وہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیے جائیں گے صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تبارک وتعالیٰ: فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اگر دل ان کی عظمت و محبت سے خالی یا انسان کو اس طرف سے لاپروائی ہے تو یہ بڑی ہلاکت و بربادی ہے کہ بے دینی و بدمذہبی کے ساتھ کوئی عبادت قبول نہ ہوگی اگرچہ لاکھ برس کی ہو۔

الغرض انسان کے اعمال، افعال، احوال، اقوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہے کہ وہ بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے اور انجام کار رستگاری پائے یہی وہ چیز ہے جس کی تلاش کا ہمیں حکم ہے کہ:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف) اور اعمال و افعال، اقوال و احوال میں درستگی و پاکیزگی اسی وقت آتی ہے، جب بندہ اپنے ظاہر و باطن، روح و بدن کو احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرے۔ اعضائے بدن اور جسم کی طہارت کے طریقے وہ تھے جو مختصراً بیان کیے گئے اور روح و قلب و باطن کی طہارت یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن اور دل کو مثلاً ریا و نمود، حسد و کینہ، عجب و تکبر، حرص و بخل، عناد حق و

اصرار باطل، خیانت وکفران نعمت، حب جاہ وحب شہرت، دین سے لاپروائی دنیا سے محبت، بے دینوں کی عظمت، دینداروں سے نفرت، دنیا میں چستی، دین میں سستی، غرض شیطان ونفس وشہوت کی بندگی واطاعت وغیرہا ہلاک آفریں آفتوں سے پاک وصاف کرے۔ نفس وشہوت کے دھوکے میں نہ آئے ورنہ صرف ظاہری طہارت اور باطنی خباثت کی وہی مثل ہوگی کہ گندگی پر زربفت کا خیمہ اوپر زینت اندر نجاست اور اس سے کیا فائدہ؟

بلکہ اس حدیث سے کہ: ''جس گھر میں کتا ہو یا تصویر یا جنبی ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔''

ہمیں یہ نصیحت بھی حاصل کرنی چاہئے کہ دل انسان کا وہ گھر ہے جس میں فرشتوں کا گزر اور اثر اور مقام ہوتا ہے اور بری خصلتیں مثل غضب، شہوت، کینہ وحسد، کبر ورعونت وغیرہ باطنی کتے ہیں۔

تو جب دل میں یہ کتے بھرے ہوں گے۔ ملائکہ رحمت کا گزر اس میں کیونکر ہوگا۔ غفلت بڑھے گی اور ہلاکت لائے گی۔ والعیاذ باللہ!

ہاں ہاں! ان گندگیوں اور کثافتوں کے دور کرنے کیلئے جس پانی کی ضرورت ہے، وہ کسی چشمے یا کنوئیں یا دریا یا سمندر یا نہر کا پانی نہیں۔ یہ پانی ہماری آپ کی آنکھوں میں پنہاں ہے، یہ چشمے ہماری چشم ندامت میں بہہ رہے ہیں۔ یہ دریا ہماری دیدۂ عبرت میں جاری ہیں۔ آیئے ان گندگیوں اور کثافتوں کو دور کرنے کیلئے ہم توبہ واستغفار کریں جو کر چکے ہیں۔ اس پر آنسو بہائیں، بارگاہ الٰہی میں گڑگڑائیں، اسی کے حضور التجا لائیں، اسی کے سامنے دست التجا پھیلائیں کہ:

''اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ، اگر ہم بھولیں اور سہو سے تیرے کسی حکم کی تعمیل میں قاصر رہیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔ اے رب ہمارے ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں برداشت نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔

اور پھر آئندہ کے لیے عزم پختہ کرلیں کہ اس کی نافرمانی نہ کریں گے، حکم عدولی سے بچتے رہیں گے۔ ہاں یہ توبہ واستغفار وہ نعمت ہے، جس کے طفیل بارش کرم نازل ہوتی ہے۔

زمین سرسبز وشاداب رہتی ہے۔ کھیتیاں لہلہاتی اور زندگی تازہ پاتی ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں مگر میرے کوئی اولاد نہیں۔ مجھے ایسی کوئی چیز بتایئے کہ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا۔ اس کی برکت سے اس شخص کے دس بیٹے ہوئے۔ یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے پایا۔ دوسری مرتبہ جب اس شخص کو حضرت امام سے نیاز حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا۔ امام نے فرمایا تو نے حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں سنا جو انہوں نے فرمایا:

يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (تم میں جتنی قوت ہے، اللہ اس سے زیادہ دے گا)

اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ:

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ (مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا)

ایک اور روایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے بارش کی قلت کی شکایت کی۔ آپ نے استغفار کا حکم دیا۔ دوسرا آیا اس نے تنگدستی کی شکایت کی۔ اسے بھی یہی حکم فرمایا۔ پھر تیسرا آیا اس نے قلت نسل کی شکایت کی۔ اس سے بھی یہی فرمایا۔ ربیع بن صبیح جو حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی چند لوگ قسم قسم کی حاجتیں لے کر آئے آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ استغفار کرو تو آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول بیان فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت کی: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا o يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا o وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا o (اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا اور مال بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

نجاست کے احکام

نجاست دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جس کا حکم سخت ہے، اس کو غلیظ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے۔ اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: نجاست غلیظ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور اگر درم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو اس کا لوٹانا واجب ہے اور اگر درم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر نجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر، تو درم کے برابر، کم، یا زیادہ ہونے کے معنی یہاں ساڑھے چار ماشے کے برابر یا کم یا زیادہ ہونا ہے اور اگر پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی یعنی تقریباً یہاں کے روپے کے برابر رکھی ہے۔

مسئلہ: نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عضو پر لگی ہے تو اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم اور آستین میں اس کی چوتھائی سے کم یونہی ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی مگر دھو کر نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے یہ الگ الگ احکام اسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے اور اگر وہ دردہ سے کم ہو، کسی پتلی چیز میں اس کا ایک قطرہ بھی گرے، نجاست خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ تو وہ چیز کل ناپاک ہو جائے گی۔

اعضائے وضو پر مسح کے مسائل

۱-اعضائے وضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی

بہانا ضرر کرتا ہو یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور اس سے بھی ضرر پہنچے تو اب معاف ہے۔

۲-اس میں کوئی دوا بھر لی ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں، اس پر پانی بہا دینا کافی ہے۔

۳-کسی پھوڑے یا زخم یا فصد کی جگہ باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے یا اس جگہ مسح کرنے یا کھولنے سے ضرر ہو یا کھولنے باندھنے والا نہ ہو تو اس پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے۔

۴-اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو خالی چھوڑ دیں۔ جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے تو فوراً مسح کر لیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہیں تو پانی بہائیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ خاص عضو پر مسح کر سکتا ہو تو فوراً مسح کرلے۔ پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عضو پر پانی بہا سکتا ہے تو بہائے۔

غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے تو ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔

۵-ہڈی کے ٹوٹ جانے سے تختی باندھی گئی ہو، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۶-تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا وہی پہلا مسح کافی ہے۔

۷-تختی یا پٹی کھل گئی اور دوبارہ باندھنے کی ضرورت نہیں تو مسح ٹوٹ گیا۔ اب اس جگہ کو دھو سکیں تو دھو لیں، ورنہ مسح کر لیں۔ (تنویر الابصار، در مختار)

محرکین وقائلین ''مجدد نعت'' سے تین سوال

جناب محترم حفیظ تائب مرحوم جہان نعت گوئی کا ایک معروف ومعتبر نام ہے۔نعت گوئی کے سلسلہ میں ان کی خدمات بے پایاں اور کمالات نمایاں ہیں۔اس ضمن میں مرحوم کے خلوص اور وارفتگی کا ہر کوئی اہل فکر ونظر معترف ہے۔نعت گوئی کے میدان میں ان کی عظمت مسلم اور مقام ومرتبہ ہر کہہ ومہہ پر اظہر من الشمس ہے مگر انتہائی حیرت واستعجاب کا مقام ہے کہ اس قدر اعزازات کی حامل نعت گو شخصیت کو بے بنیاد القابات اور غیر ضروری لاحقات وسابقات کی بدولت متنازعہ بنانے کی کاوشیں گزشتہ کئی سالوں سے جاری وساری ہیں۔جس کی ایک مثال کے طور پر مرحوم حفیظ تائب صاحب کو زبردستی ''مجدد نعت'' کہنے اور کہلوانے کی ناروا مہم کا حوالہ سرفہرست ہے۔

فن نعت گوئی کے حوالہ سے مصروف عمل اہل قلم ''مجدد نعت'' پر اپنے اپنے تحفظات کا اظہار دبے لفظوں میں تو کرتے رہتے ہیں مگر اس موضوع پر براہ راست ''حق گوئی'' کی راہ میں اپنے اپنے شخصی روابط اور ذاتی مفادات کو حائل پاتے ہیں۔خداوند کریم کا بے حد شکر ہے کہ یہ سعادت راقم السطور اس احقر کے حصہ میں آئی جس نے بتوفیق الٰہی ''مجدد نعت کا کوئی نہیں ہے'' کے زیر عنوان چند سال قبل ایک نظم کہی جو اپنی اہمیت وافادیت کی بنا پر وطن عزیز کے معروف علمی وادبی جرائد کی زینت بنی۔عصر حاضر کے کئی ایک نامور نعت گو احباب نے اندر خانے تو اس کاوش کو بے حد سراہتے ہوئے اسے وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیا مگر ظاہراً اس ''جسارت'' پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے گریز کرتے ہوئے بقول ان کے ''اس لڑائی میں پڑنے'' سے راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت جانی۔یوں انہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے تقاضوں کو

''بطریق مصلحت'' خوب پورا فرمایا۔جزاک اللہ

انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ عرض خدمت ہے کہ محرکین وقائلین ''مجدد نعت'' آج بھی پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ اپنی اس غیر شرعی وغیر علمی روش پر گامزن ہیں۔اس تناظر میں اس احقر نے مناسب سمجھا کہ ان حضرات سے ''مجدد نعت'' کی ایجاد کے حوالہ سے ابھرنے والے چند سوالات کا جواب حاصل کروں اور تسلی بخش جوابات کی صورت میں اپنے موقف سے رجوع کرسکوں۔

سوالات

۱- یہ کہ کیا جناب حفیظ تائب مرحوم صرف اپنی صدی کے ''مجدد نعت'' ہیں یا گزشتہ چودہ صدیوں کے تن تنہا اور یکتا ''مجدد نعت'' ہیں؟

۲- یہ کہ اگر جناب حفیظ تائب مرحوم چودھویں صدی کے ''مجدد نعت'' ہیں تو از راہ کرم گزشتہ تیرہ صدیوں کے ''مجددین نعت'' کی مبارک فہرست سے بھی آگاہ کیا جائے تاکہ اس احقر جیسے لاکھوں ''کم علم'' لوگوں کی معلومات میں اضافہ ہوسکے۔بصورت دیگر ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ''مجدد نعت'' کا لقب صرف اور صرف ایک خوشامدی ٹولہ کی اختراع ہے۔

۳- یہ کہ جناب حفیظ تائب مرحوم کو بزور زر ''مجدد نعت'' ثابت کرنے والے حضرات اپنے موقف کی صداقت میں مرحوم کے نعت گوگی کے سلسلہ میں کئے گئے تجدیدی کارناموں پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالیں تاکہ لفظ مجدد لغوی ومعنوی لحاظ سے اپنی افادیت برقرار رکھ سکے۔

مذکورہ بالا ہرسہ سوالات کے جوابات کا شدت سے انتظار رہے گا۔

گزشتہ چودہ سو سالوں میں عربی، فارسی اور اردو سمیت دیگر بے شمار قومی وعلاقائی زبانوں میں حسن نعت گوئی کو بام عروج تک پہنچانے والے عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب مراتب فہرست بے حد طویل اور جامع ہے۔ان بزرگ وبرتر اور انتہائی معزز ومعتبر ثناگویان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ومعتقدین نجانے کیوں اس بات سے

بے خبر رہے کہ وہ بھی اپنے اپنے ممدوحین کو اپنی اپنی صدی کا ''مجدد نعت'' قرار دیتے۔ مگر ایسا اسی لئے ممکن نہ ہو سکا کہ وہ عالی مرتبت حضرات ''تجدید نعت'' کے بجائے ''خدمت نعت'' کے بنیادی اصول پر کاربند تھے۔ وہ خوش نصیب اصحاب نعت گوئی کو اپنے لئے باعث سعادت اور ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ وہ عظیم الفکر عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کو نعت پر فوقیت دینے کی بجائے اس سعادت کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے مگر بصد افسوس جناب حفیظ تائب مرحوم کے متعلقین انہیں زبردستی ''مجدد نعت'' بنا کر آداب نعت و نعت گوئی کے منافی معمولات کے مرتکب ہو کر مرحوم کی زندگی بھر کی عاجزی و انکساری کو غلط معانی کا لبادہ میسر کر رہے ہیں۔

اس احقر کی ان طالب علمانہ گزارشات پر مبنی سوالات کے مستند جوابات سے محرومی کی صورت میں قائلین مجدد نعت سے پیشگی معذرت کے ساتھ اگلی قسط ان ''انکشافات'' پر مبنی ہوگی جو گجرات شہر سے تعلق رکھنے والے جناب حفیظ تائب مرحوم کے ایک دیرینہ نیاز مند اور نعت گو شاعر جناب غضنفر جاوید چشتی کی بیان کردہ روایات کی بنا پر اس احقر کی معلومات میں حیران کن اضافہ کا باعث بنے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

سید عارف مہجور رضوی
گجرات

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

بے جا منافع خوری ہر شخص کر رہا ہے — دنیا کے مال و زر سے دامن کو بھر رہا ہے
اللہ کے خوف و ڈر سے کب کوئی ڈر رہا ہے — کیا کیا ستم مسلماں امت پہ کر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

بھولا ہوا سبق ہے روز جزا کا ہم کو — لاحق نہیں ہے دھڑکا خوف خدا کا ہم کو
ہوتا کہاں اثر ہے آہ و بکا کا ہم کو — دریا ہوس کا اپنی حد سے گزر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

رہنے کو زندہ کس جا' جائے سفید پوشی — اک لمحہ نہ سکوں کا' پائے سفید پوشی
مہماں ہے دو گھڑی کی' ہائے سفید پوشی — جو مر چکا ہوا ہے وہ اور مر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

سبزی ہو یا کہ پھل ہوں' ہیں دسترس سے باہر — ظالم ہیں در حقیقت' مومن ہیں جو بظاہر
کھانا ہوا ہے مشکل رزق حلال و طاہر — اسلام کا لبادہ یکسر اتر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

کرتے ہیں جو گزارا تنخواہ میں بچارے — آدھا مہینہ باقی پھرتے ہیں مارے مارے
رہتے ہیں نامکمل غربت میں خواب سارے — سامان زندگی کا ہر سو بکھر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

کب حال سے کسی کے' ہے باخبر حکومت — کرتی ہے نقد جاں کو زیر و زبر حکومت
آتی نہیں کہیں بھی اب تو نظر حکومت — وعدوں سے اپنے لیڈر یکسر مکر رہا ہے
رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

جینا یہاں ہے مشکل، مرنا یہاں ہے مشکل — دو وقت کا گزارا، کرنا یہاں ہے مشکل
دوزخ بھی اب شکم کا بھرنا یہاں ہے مشکل — مہنگائی کا سمندر فراٹے بھر رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

کھاتے ہیں رنگ برنگے افطار میں جو کھانے — جانیں وہ کیا بلا ہیں افلاس کے زمانے
ملتے ہیں جس میں پیہم دکھ درد و غم اٹھانے — سیلاب مفلسی کا بے حد بپھر رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

چلنا رہ ہدیٰ پر ناممکنات میں ہے — شامل ہر اک برائی اپنی جبات میں ہے
کب کوئی استقامت پائے ثباتِ میں ہے — تفریق خیر و شر کا جادو اتر رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

کر کے گراں فروشی عمرہ کو جا رہے ہیں — ''نیکی'' کی یہ کمائی حج پر لٹا رہے ہیں
خیرات میں یہ کیا کیا سب کو کھلا رہے ہیں — ''جذبۂ دین و ایماں'' اپنا نکھر رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

چھینے ہیں بے بسی نے مجبور سے نوالے — مر جائیں تو کفن کے پڑ جائیں اس کو لالے
بے کس کی زندگی ہے آلام کے حوالے — حالت سے اس کی کوئی کب باخبر رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

قانون اس جہاں میں حافظ ستمگروں کا — انصاف ہے معاون دولت پہ قابضوں کا
مہجورؔ دیس ہے یہ ظلمت کے رہبروں کا — مایوسیوں سے اپنا جیون سنور رہا ہے

رمضان کا تقدس فریاد کر رہا ہے

سید عارف محمود مہجور رضوی۔ گجرات

تبصرۂ کتب

نام کتاب: فروغ صبح تاباں
مجموعۂ کلام صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول تاباں قادری
ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل 25 جاپان مینشن ریگل چوک صدر کراچی
قیمت: 450 روپے درج ہے۔

اچھا اور پاکیزہ ذوق شعری، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس سے حصہ نصیب والوں کو ہی ملتا ہے۔ بعض اشعار بڑے سحر انگیز ہوتے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سننے والے کو کانوں میں داخل ہو کر دل میں سما جاتے ہیں اور ایک خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

''فروغِ صبح تاباں' محترم و مکرم جناب سیّد وجاہت رسول قادری صاحب دام ظلہ و زید مجدہ کا ایک حسین مجموعہ کلام ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے ایک اہم یہ ہے کہ اس میں حمد باری تعالیٰ، مناجات، نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب کے ساتھ ساتھ سہرے، قطعات مختلف نظمیں اور غزلیں بھی ہیں۔ ان تمام کے باب میں اچھا اور پاکیزہ ذوق پانا اور قادر الکلام ہونا بلاشبہ جناب تاباں قادری کے ایک بہترین شاعر ہونے کا مشعر ہے۔

اس کتاب کی ترتیب جدید کو منصۂ شہود پر لانے کیلئے میں خصوصاً برادرم مبشر خان، سیّد مشاہد حسین، منہاج خان اور حافظ یوسف کمال صاحب زید مجدہ کا ممنون و شکر گزار ہوں جن کی مسلسل حوصلہ افزائی اور معاونت سے یہ کام مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ صاحب کتاب، مرتب، معاونین، تبصرہ نگار اور ناشر کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہماری کاوشوں اور کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

تبصرہ نگار: ڈاکٹر حامد علی علیمی، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: جہانیاں جہاں گشت

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد عارف

تبصرہ نگار: محمد صادق قصوری مدظلہ

ملنے کا پتا: فیض رضا لائبریری

V-105 کنٹری ٹاور فیز ا

سیکٹر 15-B بفرزون، کراچی

میرے پیش نظر اس وقت ایک عظیم الشان کتاب ہے۔ ''جہانیاں جہاں گشت، سفیر کتب اہلسنّت، صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کا تعارف و دینی خدمات''۔ اس کتاب مستطاب کو پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف نے ترتیب دیا ہے جس میں وطن عزیز کے نامور علماء و مشائخ، اہل علم و قلم، ارباب حکمت و دانش اور ادباء و شعراء نے مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا صوفی محمد مقصود حسین اویسی قادری نوشاہی دامت برکاتہم العالیہ کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ جس کے وہ بجا طور پر حق بجانب ہیں کیونکہ اللہ کریم جل جلالہ وشانہ نے انہیں بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے۔

شاید یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جس میں بڑے انوکھے، نرالے اور محنت بھرے انداز میں ایک انتہائی درویش طبع، بے لوث خادم دین اور شیدائی علم والوں کی عزت افزائی کی گئی ہے۔ سچ ہے کہ

عندلیب مست داند قدر گل

چغدرا از گوشۂ ویرانہ پرس

(مست بلبل پھول کی قدر جانتی ہے، الو سے کسی ویران کونے کے بارے میں پوچھ)